# تذکرہ مولانا باقر العلوم

۱۹۳۳ء

maablib.org

تالیف

مولانا حیدر حسین نکہت مرحوم

# احوال حضرت باقر العلوم

جناب سید محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد العصر مرحوم

:- از :-

مولانا سید حیدر حسین صاحب نکہت مرحوم

:- مقدمہ واضافہ :-

مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل

ناشر:- سید عابد مرتضیٰ ۔ ۱۵۔ مغل پورہ ۔ لاہور ۱۵

مرکز احیاء آثار برصغیر
MAAB 1431
maablib.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب : احوال حضرت باقر العلوم
جناب سید محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد العصر

مصنف : حیدر حسین نکہت مرحوم

مقدمہ و اضافہ : سید مرتضیٰ حسین

ناشر : سید عابد مرتضیٰ

کتابت : خاور بٹ

مطبع : نوید پرنٹنگ پریس ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

تعداد : ایک ہزار

قیمت : سات روپے

ملنے کا پتہ :

MAAB 1431
maablib.org

# فہرست

حرف اوّل ——— سید مرتضیٰ حسین ——— ۷
حرف دوم ——— سید ابن حسن نقوی ——— ۱۱
دیباچہ ——— ۱۷

آغاز:
تاریخ ولادت، نسب شریف ——— ۲۰
تربیت اور تعلیم ——— ۲۱
سفر عراق بغرض تحصیل علم ——— ۲۲
عراق سے حجاز ہو کر واپسی ——— ۲۳
مدرسۂ سلطان المدارس ——— ۲۴
تلامذہ ——— ۲۷
مصنفات، جامعیت علوم ——— ۲۸
درس خارج ——— ۲۹
سیرت و اخلاق ——— ۳۰
آپ کے والد ماجد ——— ۳۰
جناب مفتی صاحب کا خط ——— ۳۱
آپ کے جد بزرگوار ——— ۳۴

MAAB 1431
maablib.org

وفات حسرت آیات ———— ۳۷
اولاد ———— ۳۹


# اضافہ


۱۔ برادر جناب باقر العلوم، سیّد ہادی صاحب قبلہؒ
از: سیّد مرتضیٰ حسین صدر الافاضل ———— ۴۳
۲۔ فرزندِ جناب باقر العلوم، سید محمد صاحب قبلہؒ
از: سیّد مرتضیٰ حسین صدر الافاضل ———— ۴۶
۳۔ امامیہ مذہب کا ایک قدیم مدرسہ
از: شیخ تصدق حسین صاحب ایڈوکیٹ ———— ۴۹
۴۔ قوم کا ایک مایہ ناز سرمایا
از: مصطفیٰ احسن رضوی ———— ۵۱




بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہ المعصومین

## حرفِ اوّل:

گذشتہ صدی ہجری برصغیر میں علمی تاریخ کا آخری باب ختم کرچکی، چودھویں صدی میں مسلمانوں نے کیا کیا کارنامے انجام دیے؛ علمی میدانوں میں ان کے تخلیقات کی فہرست کیا ہے؛ مختلف علوم وفنون میں بڑی بڑی شخصیتوں کے نام، کام اور اثرات کا جائزہ لینے کی ضرورت تھی، مگر پندرھویں صدی کے دو سال تمام ہو رہے ہیں اور ہم اپنے تاریخی محاسبے اور آیندہ کے منصوبے سے بے خبر ہیں۔

— مطلع انوار۔ تذکرۂ شیعہ افاضل وعلمائے کبار — میری دس بارہ سال کی مسلسل کاوش کا نتیجہ ہے۔ یہ مختصر سا تذکرہ سینکڑوں مرحلوں میں تفصیل کا تقاضا کرتا رہا۔ مگر مآخذ کی کمی، احباب کی عدم دلچسپی نے قلم روکنے پر مجبور کردیا۔ آخر تقریباً پونے آٹھ سو صفحے کی تاریخ وثقافت کی دستاویز چھپ گئی۔ الحمد للہ، کتاب چھپنے کے بعد کچھ احباب نے اچھے اچھے رسائل و احوال بھیجے اور متعدد اہم مضامین دستیاب ہوئے۔

جناب مولانا الحاج سید ابن حسن صاحب قبلہ رضوی دامت معالیہ گذشتہ سال لکھنؤ تشریف لے گئے تو انھوں نے بھی میرے لیے احوال علما تلاش کیے اور جناب استاذ علام حجۃ الاسلام مولانا سید علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی توجہ سے مولانا کچھ زادِ راہ لائے۔

۱۔ احوال حضرت باقر العلم: تحریر مولانا حیدر حسین صاحب نکہت مرحوم۔

۲۔ جناب سید علی حامد صاحب جج مرحوم کے ایک سو تیرہ بند کا وہ مرثیہ جو موصوف نے جناب سید باقر صاحب کی وفات پر لکھا تھا، مطلع ہے:

ثنائے علم سے روشن ہے آسمان سخن

maablib.org

۳ ۔ دو ناقص مسودوں کے فوٹو آفسٹ جن میں جناب مولانا سید صفدر شاہ صاحب اور ان کے فرزند جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ کے احوال فارسی میں قلم بند ہیں ۔

۴ ۔ دو مضمون قلمی انھیں بزرگوں کے بارے میں واقعات و احوال ۔

مَیں نے مولانا سے رسالہ " احوال باقرالعلم " چھاپنے کا تذکرہ کیا، موصوف نے ہمت کی اور میں نے یہ کتابچہ تیار کرکے تاریخ کے حوالے کر دیا ۔

مولانا سید ابن حسن صاحب — جناب آیت اللہ سید ابوالحسن رضوی کے پرپوتے، اور جناب باقرالعلم کے نواسے — جناب ہادی الملت سید ہادی صاحب قبلہ کے پوتے اور استاذ علاّم، حجۃ الاسلام والمسلمین، المہاجر الی الکربلا مولانا سید محمد حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے فرزند ہیں — اور جناب مولانا سید حیدر حسین صاحب نکہت مرحوم لکھنوی سرکار باقرالعلوم رحمہ اللہ کے تلامذہ میں فاضل و عالم، ادیب و خطیب و مفسر شاگرد تھے انھوں نے اردو زبان میں ایک بہت خوبصورت و سادہ سی تفسیر بھی لکھی تھی جو مولانا ابن حسن صاحب قبلہ کے پاس محفوظ ہے —

" احوال باقرالعلم " — چوبیس صفحے کا رسالہ ہے جسے مولانا نے جناب مرحوم کے مقلد و معتقد، جناب حامد علی خان صاحب کی فرمائش سے لکھا تھا، سرورق پر اس رسالے کے دو تاریخی نام درج ہیں — ایک — احوال حضرت باقرالعلم — جس سے ۱۹۲۸ء نکلتے ہیں اور دوسرا مادہ " تذکرۂ مولانا باقرالعلوم " جس سے ۱۹۳۳ء برآمد ہوتا ہے — دیباچہ میں ۲۶ رجب ۱۳۴۷ھ درج — اس کا مطلب یہ ہوا کہ (الف) اواخر سنہ ۱۹۲۸ء میں آغاز اور جنوری ۱۹۲۹ء کے پہلے ہفتے میں تکمیل کو پہنچا ۔ (ب) غالباً ۱۹۳۳ء میں اشاعت کا امکان پیدا ہوا، اس لیے رسالے کا نیا نام تجویز ہوا ۔ (ج) اسدالرغاب کا تتمہ جو احوال باقرالعلوم پر مشتمل ہے ۔ عربی زبان میں مولانا عالم حسین صاحب قبلہ نے لکھا اور کتاب کے ساتھ ذی حجہ ۱۳۴۷ھ میں نجف سے چھپا ۔ مولانا عالم حسین صاحب قبلہ نے



اپنا رسالہ جناب نکہت کو دیا ۔

معاصر اہل علم کی تحریر و روایت ہونے کی وجہ سے یہ رسالہ میری نظر میں بہت اہمیت رکھتا ہے، اس سے جناب باقرالعلوم کی شخصیت پر روشنی بھی پڑتی ہے اور اس عہد کے لوگوں کے روایات کا تحفظ بھی ہوتا ہے ۔

جناب سید باقر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، لکھنؤ کے دورِ شباب علم و علما کی عظیم شخصیت تھے ۔ ان کی مرجعیت کا دائرہ آج کے برِصغیر ہند و پاک سے لے کر افریقہ و افغانستان تک پھیلا ہوا تھا ۔ ایران و عراق میں ان کی اہمیت و عظمت مسلم تھی ۔ انھوں نے لکھنؤ کی نہضت علمیہ میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا، ان کے والد نے ۱۸۵۷ء کے تباہ شدہ حوزۂ علمیہ کی ازسرِ نو تاسیس کی اور دو ایسے مدرسے قائم کیے جن کے طلبہ و افاضل نے آخری صدی ہجری کو علمی نشاط اور دینی شغف بخشا ۔ مدرسۂ ناظمیہ نے مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ کے زیر سایہ اور مدرسہ سلطان المدارس نے جناب محمد باقر صاحب کی سرپرستی میں، سلطان المدارس دراصل جناب مرحوم کے بہترین آثار باقیہ میں ہے ۔

مَیں نے رسالے کا دوسرا نام سرورق پر لکھا ہے اور فہرست کے بعد مؤلف مرحوم کا پورا سرورق برقرار رکھا ہے ۔ رسالے کے آخر میں جناب سید ہادی صاحب قبلہ اور جناب سید محمد صاحب قبلہ رحمہما اللہ کا تذکرہ ضروری سمجھ کر بڑھا دیا ۔ مدرسے کے پرنسپل سرکار باقرالعلوم کے فرزندِ محترم جناب اُستاذ علام مولانا سید علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی ہیں ۔ خدا ان کے زیرِ سایہ مدرسے کو ترقی عطا فرمائے ۔ تذکرۂ علما کے بعد مدرسۂ سلطان المدارس کے بارے میں ایک قدیم تحریر و دستاویز ایک نسبتاً نئی تحریر کا اضافہ کیا ہے ۔ جناب شیخ تصدق حسین صاحب مرحوم تاریخ لکھنؤ کے مشہور واقف کار تھے ۔ وہ زندگی بھر مسلمانوں کے اس تہذیبی و ثقافتی شہر پر لکھتے رہے ۔ انھوں نے انگریزوں کے ان مظالم اور اسلام دشمنی کی بہت سی باتیں دریافت کیں جن کے نتیجہ میں مسلمانوں کا عظیم ورثہ تاریخ میں نہ آسکا اور شاہانِ اودھ کے علمی خدمات نگاہوں سے

اوجھل ہوگئے، تاریخی انقطاع اور قوم کی ترقی کے زینے ٹوٹ گئے۔ علما کی اہمیت ایسے مقامات پر بشدت محسوس ہوتی ہے، یہ حضرات ہمت نہیں ہارتے، ناخوش گوار حالات میں یہ حضرات دین کی خدمت کرنے سے باز نہیں آتے، خدا ان کی مدد کرتا ہے اور تاریک راہوں میں دوبارہ چراغاں ہو جاتا ہے۔

لکھنؤ میں جناب غفران مآب نے علم کا چمن لگایا، جسے سلطان العلما اور سید العلما نے سینچا، ابھی بہار کا پہلا ہی دور تھا کہ خزاں نے اسے لوٹ لیا۔ انگریزوں کے تسلط نے زنجیر توڑ دی، تھوڑے سے وقفے کے بعد جناب مولانا ابوالحسن صاحب نے اسی باغ کو از سرِ نو تعمیر کیا، اس باغ کے پھل تھے

• جناب مولانا سید مرتضیٰ نجفی ثانی علم الھدیٰ • جناب مولانا سید غلام صادق صاحب قبلہ (کھجوہ ضلع سارن، بہار، ہند) • جناب مولانا سید ظہور حسین صاحب قبلہ لکھنو
• جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ لکھنو۔ • جناب مولانا سید نظر حسن صاحب قبلہ بھیک پوری۔ • جناب مولانا سید سبط حسین صاحب قبلہ مجتہد اعظم لکھنو۔
• جناب مولانا سید محمد کاظم صاحب کشمیری حائری • جناب مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ

اسی سلسلہ رشد و ہدایت و تعلیم و تربیت کا ایک گہوارہ مدرسۂ سلطان المدارس ہے جس کی شاندار عمارت اور خوبصورت وسیع باغ ایک زمانے میں دینی مدارس میں منفرد اور بے مثال تھا۔ اس کے طلبہ گذشتہ پچاس برس قبل مثالی علما سمجھے جاتے تھے اور آج بھی وہ مدرسہ عزت کی نشانی ہے۔ جناب مصطفےٰ حسن صاحب مرحوم کے مضمون میں مدرسۂ مدرسے کے افاضل و علما کی ایک اچھی سی تصویر و فہرست محفوظ ہوگئی ہے۔ ہم اس مدرسے کے ادنیٰ طالب علم رہ چکے ہیں۔ اس نسبت پر فخر بھی ہے اور مسرت بھی۔

ہمیں یقین ہے کہ اہل علم و خبر کیلئے یہ کتاب دلکش اور مفید ہوگی، امید ہے کہ آپ سرکار باقر العلوم ان کے برادر عالی مرتبہ اور فرزند مرحوم، نیز دوسرے مرحومین کیلئے سورۂ فاتحہ کا ثواب ہدیہ کریں گے۔

سید مرتضیٰ حسین، صدر الافاضل
فاضل لکھنوی، ۲۶ شعبان ۱۴۰۲ھ لاہور



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## حرف دوم:

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین رسالۃ "تذکرۂ باقر العلومؒ" متوفی ۱۳۴۶ھ مرتبہ مفسر قرآن حجۃ الاسلام مولانا سید حیدر حسین صاحب قبلہ نکہت (صدر الافاضل) مرحوم نظر قاصر سے گزارا، مورخ جلیل فاضل نبیل مولانا السید مرتضیٰ حسین صاحب (صدر الافاضل) نے گراں بہا اضافہ فرما کر رسالہ کی افادیت کو اور بڑھا دیا ہے۔

مولف مرحوم کو سرکار باقر العلومؒ سے جو عقیدت تھی وہ اس رسالہ کی تالیف سے ظاہر ہے۔ مولف مرحوم جب زیارت کربلائے معلیٰ سے مشرف ہوئے تو والد ماجد دام ظلہ العالی سے ملاقات کے لیے تشریف لائے علمی مسائل کے علاوہ خاص طور سے جناب باقر العلوم طاب ثراہ کا تذکرہ رہا۔ مولانا مرحوم نے فرمایا جب بھی میں جناب باقر العلومؒ کے نورانی چہرہ کو دیکھتا تھا تو نظریں ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا اور دل میں یہی دعا کرتا تھا پالنے والے مجھ کو ایسا ہی عالم باعمل بنا دے، مولانا مرحوم اکثر از راہ مزاح فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی آل باقر العلوم" ہوں مولانا کا یہ جملہ حقیقت پر مبنی تھا چونکہ روحانی رشتے کے اعتبار سے شاگردوں پر بھی آل کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

بہت کم ایسی شخصیتیں افق کمال پر ابھرتی ہیں جو اپنے ذاتی کمالات و خصوصیات کے ساتھ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہوں، سرکار باقر العلومؒ

کی شخصیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ آپ نے اپنی خاموش سیرت کے ذریعہ ایک خلق کثیر کو متاثر کیا۔

حجۃ الاسلام آغائے شیخ محمد کشمیری متوطن نجف اشرف (عراق) کا بیان ہے کہ جب میں لکھنؤ گیا اور سلطان المدارس کے طلبہ واساتذہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو میں نے حیرت انگیز بات یہ دیکھی کہ آغائے باقر العلومؒ کی جھلک وہاں کے تمام اساتذہ وطلبہ میں نظر آتی ہے جناب حجۃ الاسلام مولانا صفدر حسین صاحب المشہدی مرحوم (پشاور) نے مجھ سے نقل کیا کہ جناب مرحوم کبھی آواز سے نہیں ہنستے تھے بلکہ تبسم فرمایا کرتے تھے، دوسری بات مولانا مرحوم نے یہ بیان کی کہ جس وقت جناب مرحوم کا انتقال کربلائے معلّےٰ میں ہوا تو اس وقت تمام علماء کربلا ونجف جمع تھے، سرکار مرحوم کے دونوں فرزند سرکار سلطان العلماء مولانا سید محمد صاحب قبلہ مرحوم وسرکار فخر العلماء مولانا سید علی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی بھی موجود تھے، بعض لوگوں نے جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ مرحوم کو مشورہ دیا کہ اگر آپ بحیثیت ولی کے نماز جنازہ پڑھائیں تو سارے علماء کربلا ونجف آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے لیکن آپ کے فرزند اکبر نے جو اپنے پدر بزرگوار کا نمونہ تھے۔ یہ فرما کر اس مشورہ کو مسترد کر دیا کہ آیۃ اللہ ابوالحسن اصفہانی احق ہیں۔

سرکار حجۃ الاسلام آقائے شیخ محمد شریعت مرحوم سرکار باقر العلومؒ کی علمی جلالت وعظمت کے معترف تھے جس کا اظہار مرحوم اکثر حقیر سے عندالملاقات فرمایا کرتے تھے۔



ایک مرتبہ عم محترم فقیہ اعظم حجۃ الاسلام مولانا سید حسین صاحب قبلہ مرحوم کراچی تشریف لائے اور حجۃ الاسلام مولانا سید سلطان علی صاحب مرحوم سابق امام جمعہ وجماعت خوجہ اثنا عشری جامع مسجد کھارادر، نے دعوت کی، آقائے شریعت مرحوم کو بھی مدعو کیا۔

دوران گفتگو کسی شخص نے آقائے شریعت سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، مرحوم آقائے شریعت نے عم محترم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا (فقیہ ہندوستان اینجا نشستہ ہست) فقیہ ہندوستان یہاں موجود ہے ان سے سوال کرو۔

میں نے اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ سرکار باقر العلومؒ خاص طور سے کفایہ کا درس دینے میں شہرت رکھتے تھے طلباء عرب وعجم آپ سے شرف تلمذ حاصل کرتے، درس وتدریس اس خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے، آج کے دور میں بھی جناب والد علام مدظلہ العالی کربلائے معلّےٰ (عراق) میں درس خارج دیتے ہیں جو طالبان علوم دینیہ کے لئے وہاں کے پُر آشوب دور میں نعمت عظمیٰ ہے۔

ایک مرتبہ عم محترم مولانا سید حسین صاحب مرحوم نے ہم لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: امام رضا علیہ السلام سے لے کر اب تک ہمارے تمام آباؤ اجداد عمامہ پہنا کرتے تھے۔ ان میں یا عالم گزرے ہیں یا مجتہد۔ عم محترم نے یہ جملے بطور نصیحت فرمائے تھے لیکن اب یہ فقرات تاریخ کا جزبن گئے ہیں۔

maablib.org

سلام ہو تاریخ کی اُن تابندہ شخصیتوں پر جن کو تاریخ ہی اپنے وسیع و عریض دامن میں جگہ دیتی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید ابن حسن الرضوی

(آل باقر العلومؑ)



# مختصر حالات

حجۃ الاسلام وکہف الانام، رضیع العلم والہدیٰ، وفطیم الفضل والتقیٰ العالم العلم العلامہ، والحبر المحقق الفہامہ، سلطان الجہابذہ، واستاذ الاساتذہ، مولی المناقب و المفاخر، وارث المجد کابراً عن کابر، سیدنا واستاذنا السید محمد باقر طیب اللہ ثراہ وجعل لہ آخرتہ اطیب من دنیاہ

مسمی بہ احوال حضرت باقر العلم

۱۹۲۸ء

مرتبہ

فاضل جلیل وکامل نبیل ومتکلم بے عدیل جناب مولوی سید حیدر حسین صاحب نکہت صدر الافاضل مرحوم ومغفور

حسب فرمائش

عالی جناب معلی القاب عمدۃ الاماجد والاعاظم، زبدۃ الاکابر والافاخم خان بہادر جناب نواب سید حامد علی خان صاحب اعلی اللہ مقامہ

maablib.org
MAAB 1431

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# دیباچہ

یہ تو مسلم ہے کہ سوا اُس ذات کے جو مسبوق بالعدم نہیں ہر ہستی کے واسطے ایک دن فنا ضرور ہے۔ اور موت ہر شخص کی ازبسکہ کسی حکمت والی ذات کی طرف سے ہے لہذا کسی بے وقت کہی جانے کے قابل نہیں ہو سکتی۔ لیکن دنیا ذاتی مصلحتوں کے نسبت اپنی لاعلمی سے جس موت کو بے وقت خیال کرتی ہے جو یقیناً جانکاہ ہوتی ہے اور جسقدر مرنے والے کی عظمت بڑھتی جائے گی اُسی قدر اس کی یہ موت زیادہ دردانگیز ہوتی جائیگی۔

انسانی زندگی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جسمانی دوسرے رُوحانی۔ جسمانی زندگی تو وہی ہے جو جسم کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے مگر روحانی زندگی وہ زندگی ہے کہ اگر جسم کے ساتھ یا اس کے پہلے فنا نہ کر دی جائے تو پھر رُوح کے فنا ہونے پر بھی فنا نہیں ہوتی اور اس کی شام اس حقیقی عیش و آرام والی صبح سے متصل ہو جاتی ہے جس کو حیاتِ اَبدی کہتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جس طرح اِنسان کی جسمانی زندگی اُن چیزوں کے نہ ملنے سے جو اس کی بقا کے واسطے ضروری ہیں یا ان جنزوں میں مبتلا ہونے سے جو اس کے لیے مضر ہیں۔ مضمحل اور کبھی فنا بھی ہو جاتی ہے اسی طرح روحانی زندگی بھی اگر وہ چیزیں اس کو ملتی رہتی ہیں جن پر اس کی بقا موقوف ہے اور ان چیزوں میں ابتلا نہیں ہوتا جو اُس کے واسطے سببِ نقصان ہیں قوی ہوتی رہتی ہے ورنہ مضمحل اور رفتہ رفتہ فنا ہو جاتی ہے اور جس طرح جسمانی زندگی کے واسطے بیماریاں اور ان کے واسطے علاج و طبیب ہیں اسی طرح روحانی زندگی کیلیے بھی امراض اور ان کے لیے تدارک و اطبا ہیں۔ جسم کی بیماریاں اور اُن کی دوائیں اور اطبا تو معروف ہیں مگر عوارض روحانی اور ان کے ادویہ و اطبا کیا اور کون ہیں۔ یہ ذرا قابلِ غور ہے۔

درحقیقت رُوح کو دُو بیماریوں کے سوا تیسری بیماری نہیں ہوتی۔ ایک تو یہ کہ روح کے خلافِ مرضی جسم کوئی کام کرے جس کو متدینین کی اصطلاح میں (گناہ) کہتے ہیں۔ دوسرے (جہالت) اور کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلی بیماری دوسرے مرض کے سبب سے ہوتی ہے اور اس سے رُوح کو صدمہ کم پہنچتا ہے اور کبھی وہی بیماری مستقل ہوتی ہے۔ اس صورت میں رُوح نہ فقط بیمار بلکہ مریض جان بلب ہو جاتا ہے۔ پہلی بیماری کا علاج اگر مستقل ہے تو فقط کیے ہوئے فعل پر ندامت اور آیندہ کے واسطے حتمی قصد ترک جس کو (توبہ) کہتے ہیں اور اگر دوسری بیماری کے سبب سے ہے تو اس کے ساتھی ساتھ تعلم وابتدا بھی ضروری ہے اس مرض کے معالج جن کو طبیب روحانی کہا جاتا ہے ہادیانِ دین اور علما ہیں۔

خدا نہ کرے کہ کوئی مریض کسی ایسے طبیب کے زیرِ علاج ہو جس کی حذاقتِ فن اس کو اپنے آپ نظیر قرار دے چکی ہو اور ابھی پورے طور پر استیصال مرض نہ ہوا ہو کہ طبیب کی جسمانی زندگی ختم ہو جائے۔ معاذ اللہ! ایسے مریض کی زندگی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ اور ایسی حالت میں اس کو کسی دوسرے طبیب سے رجوع کرنا کیا مفید ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ ایسا مریض بے موت مر جاتا ہے۔

۱۶ شعبان ۱۳۴۶ھ میں ایک ایسا سانحہ ہوا کہ جناب باقر العلوم حجۃ الاسلام آقا سید محمد باقر صاحب قبلہ جن کے نام نامی کے بعد ابھی تک دنیا (دام ظلہ العالی) لکھتی تھی اور آج (طاب ثراہ) لکھنا پڑتا ہے۔ بقصد زیارت عراق تشریف لے گئے تھے۔ دفعتاً تاریخ مذکور سے پانچ دن قبل علیل ہوئے اور اپنے روحانی مریضوں کو ——— مرض کی حالت میں چھوڑ کر وہاں پہنچ گئے جہاں کے واسطے اُن کی رُوح اقدس جسم اطہر میں بے چین رہتی تھی۔ حدیث میں انہیں ایسی مقدس ہستیوں کے بارے میں وارد ہوا ہے۔ لولا الاجال التی کتبت علیھم ما استقرت ارواحھم فی اجسادھم شوقا الی الثواب وخوفا من العذاب



اگر ان کی موت کا وقت مقرر ہوتا تو شوق ثواب اخروی اور خوفِ الٰہی سے ان کی روحیں ان کے بدن میں قرار نہ لیتیں۔ یہ عظیم سانحہ نہ فقط شیعی دُنیا میں بلکہ تمام عالمِ اسلام کے جسم میں ایک رُوحِ غم پھونک گیا اور حق بجانب اہلِ ماتم ہے اس واسطے کہ روحانی غم کے واسطے جو جو چیزیں محرک ہو سکتی ہیں۔ وہ سب اس خاموش ہستی میں اعلیٰ پیمانے پر موجود تھیں۔

جس دن سے یہ حادثہ عظیم حادثہ ہوا اُس دن سے میرا خیال تھا کہ اس طبیبِ روحانی کے کچھ حالاتِ زندگی لکھ کر پیروانِ علما کے سامنے ایک شمع ہدایت پیش کروں مگر آلام و افکار مہلت نہ دیتے تھے جس سے ارادہ فعلیت کو نہ پہنچتا تھا۔ آج بھی اگرچہ وہ آلام و افکار میرے ساتھ ہیں بلکہ پہلے سے اب زیادہ ہیں لیکن یہ خیال کر کے کہ نیک کام میں موانع کے برطرف ہونے کا انتظار غلطی ہے۔ خدا کا نام لے کر یہ کارِ خیر شروع کر دیا ہے۔ وھو المتمم میں اُن حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے جناب مرحوم کے بہت سے وہ واقعات بتائے جن کا مجھ کو علم نہ تھا خصوصاً عمدۃ العلماء جناب مولانا سید عالم حسین صاحب قبلہ مدرس ادبیات جامعہ سلطانیہ کا بہت متشکر ہوں کہ اُن کے اُس عربی ترجمہ سے جو اُنہوں نے جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی کتاب "اسد اُلرغاب" کے واسطے تحریر فرمایا تھا۔ مجھے اس کتاب کے لکھنے میں بہت کچھ مدد ملی ہے۔

مَیں انسان ہوں اور مجھے اپنے نقص کا اعتراف بھی ہے ممکن ہے کہ اس تحریر میں مجھ سے کہیں کوئی لغزش ہو گئی ہو لہذا اُمیدوار ہوں کہ اربابِ نظر عفو سے کام لیں۔

فقط خاکسار

سید حیدر حسین کان اللہ لہ،

۲۶ رجب ۱۳۴۷ ہجری

سرکار باقر العلوم مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ طاب ثراہ



سید شہریار رضا عابدی
27 مرزاقلیج بیگ روڈ کراچی 3

**تاریخ ولادت :** جناب سید محمد باقر صاحب قبلہ نے ہفتم ماہ صفر ۱۲۸۵ھ جس تاریخ کو آسمان امامت کے ساتویں کوکب دری امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے انوارِ ولادت سے اُفقِ مدینہ کو روشن و منوّر فرمایا ہے تاریخ پیدائش سے اکتساب برکات فرماتے ہوئے بمقام لکھنؤ محلہ وزیر گنج پیدا ہوئے۔

## نسب شریف :

آپ کے والد ماجد راس المجتہدین ورئیس المحققین آیۃ اللہ فی العالمین حجۃ الاسلام و مرجع الانام العلامۃ المؤتمن مولانا السید ابوالحسن معروف بہ جناب ابو صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہ اور جدِ بزرگوار العالم العامل والفقیہ الکامل والبحر الذی لیس لہ ساحل حجۃ الاسلام آقا السید علی شاہ صاحب طاب ثراہ مشاہیر علماء عظام سے گذرے ہیں اور جس طرح علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھے۔ اسی طرح زہد و ورع میں بھی دونوں بزرگوار اپنی آپ نظیر تھے۔

اور جدِّ مادری جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول ممتاز العلماء و مختار الفقہا مولانا السید تقی صاحب جنّت مآب اعاظم علما اور اکابر فقہا میں سے تھے۔

جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کا سلسلۂ سیادت پچیس واسطوں سے امام ہمام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔ اور ننھیال کی طرف سے نقوی ہیں۔ پس اگر کبھی مقامِ افتخار میں اپنے جدِ بزرگوار سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام کے ان دو شعروں سے تمثل فرماتے تو بیجا نہ ہوتا۔ ؎

فضۃ قد خلصت من ذھب | وانا الفضۃ وابن الذھبین
فابی شمس وامّی قمر | وانا الکوکب وابن القمرین

مُبارک تھا وہ مولود جو پیدا ہوتے ہی آغوشِ علم و عبادت میں پہنچا اور خوش نصیب تھا وہ فرزند جس کا نشو و نما خانۂ تقویٰ و طاعت میں ہوا۔

## تربیت اور تعلیم :

روزِ ولادت سے زمانۂ رشد تک اپنے پدرِ بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت پا کر مقدمات فقہ و اصول کی تکمیل محقق کامل جناب مولانا شیخ تفضل حسین صاحب قبلہ فتح پوری اور فاضلِ جلیل اجل و عالم باعمل جناب مولانا السید حیدر علی صاحب قبلہ لکھنوی سے فرمائی۔ یہ دونوں بزرگوار استاذ العلما و سلطان الفقہا جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ کے تلمیذ رشید تھے۔ محقق موصوف معقولات خصوصاً علم ہیئت میں یکتائے زمانہ اور فاضل ممدوح منقولات میں یگانۂ روزگار رہے۔ جب شاگرد شایقِ تحصیل اور اعلےٰ درجہ کا حدید الذہن ہوا اور اساتذہ علاوہ کامل فن ہونے کے سخی و باذل بھی ہوں تو پھر فیضان سے کون مانع ہو سکتا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں تمام مقدمات میں کمال حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد بغرض تحصیل فقہ و اصول اپنے والد علام کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا اور انہوں نے بکمالِ شفقت تمام کتب متداولہ فقہ و اصول کی یوں تعلیم دی کہ بہت قلیل زمانہ میں آپ کا ہلال علم و فضل قمر اور قمر سے بدر کامل

ہو گیا۔ مگر ترقی خواہ طبیعتیں اور ارتقا پسند نفوس کسی رفیع مرتبے پر پہنچ کر اس وقت تک نہیں رکھتے۔ جب تک کہ ان کو اپنے مرتبے سے بلند کوئی مرتبہ نظر آ تا رہے۔ ایسے بلند ہمت طبایع یہی چاہتے ہیں کہ میدانِ ترقی میں جب تک ہمارے امکان کی حدیں ختم نہ ہو جائیں ہمارا پائے سعی نہ رُکے۔

جناب مرحوم کے والد علاّم بعض اکابر سے فرما چکے تھے کہ سیّد محمد باقر سلمہ بحمد اللہ فائز بدرجہ اجتہاد ہیں مگر ان کی بلند ہمت کا تقاضا ہوا کہ جب تک آستانۂ بابِ مدینۃ العلم سے مجاز نہ ہوں کسی کو اپنی تقلید کی اجازت نہ دینا چاہیے اور اسی شوق میں عازمِ سفر عراق ہوئے

## سفرِ عراق بغرضِ تحصیلِ علم:

عراق کا وہ زمانہ طلبۂ علم دین کے واسطے نہایت پُر لطف تھا۔ علما و مدرسین میں ایک سے ایک زیادہ متبحر تھا اور ایک ایک عالم کے حلقۂ درس میں ہزاروں فضلا و طلاّب ہوتے تھے یہاں تک کہ افاضل طلبہ کی تنقیدی نظریں اپنے واسطے استاد منتخب کرنے میں بدقت تمام کوئی رائے قائم کر سکتی تھیں۔

اُس زمانہ میں جناب مرحوم نے بعد تنقید و تحقیق جن علمائے کرام کو اپنا استاد بنایا وہ حسب ذیل حضرات ہیں:۔

حجۃ الاسلام آقا شیخ محمد کاظم خراسانی، حجۃ الاسلام حاجی آقا میرزا حسین خلیل طہرانی حجۃ الاسلام آقا سید محمد کاظم طباطبائی، حجۃ الاسلام آقای شریعت آقا شیخ فتح اللہ اصفہانی طیب اللہ ثراھم۔ یہ چاروں بزرگوار جو کہ ہیکلِ علم و شرع کے عناصر اربعہ کہلانے کے مستحق ہیں ان مراتب علمیہ پر فائز تھے کہ زمانہ آج تک جن کی نظیر پیش نہیں کر سکا اور غالباً مدتوں پیش نہ کر سکے گا۔

عام طور سے جو افاضل یہاں سے عراق جاتے ہیں وہ پہلے درس سطحی میں شریک ہوتے ہیں



پھر ان کو درس خارج میں شرکت کی اجازت ملتی ہے مگر جناب مرحوم کے خصوصیات میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ آپ کو جاتے ہی درسِ خارج میں شرکت کی اجازت ملی اور آپ کی اعلےٰ درجہ کی قابلیتِ خداداد و ذکاوت نے اپنا یہ اثر دکھایا کہ تھوڑے ہی دنوں میں منبر کے قریب جگہ مل گئی۔

تقریباً گیارہ برس تک اعلیٰ درجہ کی محنت کے ساتھ درس خارج میں شریک رہ کر اپنی قوت و استنباط کو اور قوی بناتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام اساتذہ اور دوسرے اکابر علما نے نہایت خوشی کے ساتھ اجازات و اسانید عطا فرمائے اور آپ فائز المرام اپنے وطن مالوف لکھنؤ تشریف لائے۔

## عراق سے مجاز ہو کر واپسی:

ازبسکہ جناب مرحوم کے والد علاّم انتقال فرما چکے تھے لہٰذا لکھنؤ پہنچتے ہی ان کو مقلّدین نے احکام شرعیہ میں آپ کی طرف رجوع کی اور مدرسۂ سلطان المدارس جو آپ کے والد مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی ایک عمدہ یادگار تھی اس کے مدرسِ اعلیٰ بھی آپ ہی قرار پائے۔ اور چونکہ اس قدر زمانہ تک باب مدینۃ العلم کی آستان بوسی کرنے سے آپ کا بدر علم و فضل آفتاب شرع تاب ہو چکا تھا لہٰذا اس تعلق تعلیم کے ساتھ ہی اس کی شعاعیں ہر طرف پھیلنے لگیں اور آپ کے علم و کمال کا شہرہ تمام بلادِ ہند میں ہونے لگا۔ قریب قریب ہر شہر سے طلبہ مشتاق ہو ہو کر آنے لگے اور یہاں پہنچ کر ازبسکہ آپ کے کمالاتِ علمیہ جس قدر کہ مشہور تھے اس سے بھی زیادہ معلوم ہوتے تھے لہٰذا یہ اشتیاق کبھی طرح کم نہ ہوتا اور روز بروز یہ مدرسہ ترقی ہی کرتا جاتا تھا۔

❁

مدرسۂ سلطان المدارس لکھنؤ

مدرسہ کے دار الاقامہ کا بیرونی منظر



# مدرسۂ سلطان المدارس :

مدرسہ مذکورہ کے بانی اگرچہ عمدۃ الاعیان والاکابر جناب ڈپٹی راحت علی خان صاحب مرحوم سیکرٹری وقف حسین آباد تھے۔ اور تمام معلمین ومتعلمین بلکہ خود علمِ دین اُن مرحوم کا متشکر تھا مگر زیادہ تر اس کی ترقی میں حصہ لینے والے اسوۃ الاکابر والاعاظم زبدۃ الاماجد والافاخم فاضل جلیل القدر جناب نواب مہدی حسین خان معروف بہ آغا ابو صاحب مرحوم متولی وقف مذکور اور خود جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ ہوئے۔

جناب مرحوم تو مدرسۂ مذکورہ میں مدرس اعلیٰ مقرر ہو ہی چکے تھے۔ حُسنِ اتفاق سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جناب آغا ابو صاحب مرحوم وقف حسین آباد مُبارک کے متولی قرار پائے۔ ازبسکہ اس مدرسہ کا تعلق وقف مذکور سے تھا، اور ہے لہٰذا بحیثیت متولی وقف ہونے کے اس کی نگرانی بھی جناب آغا صاحب مرحوم کے فرائض میں سے ہوئی اور آپ معائنہ کے واسطے مدرسہ میں تشریف لائے۔ چونکہ جناب ممدوح علاوہ علم دوست ہونے کے خود بھی علم وفضل کی چاشنی اچھی طرح چکھے ہوئے تھے۔ یہی باعث ہوا کہ معائنہ فرماتے ہی مدرسہ سے ایک خاص دلچسپی پیدا ہوگئی اور جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ جو کہ اپنے وقت تقرر ہی سے اس مدرسہ کی ترقی کو اپنا نصب العین قرار دیئے ہوئے تھے ان کو اپنے دلی خیالات کے اظہار کا بہترین موقع مِلا۔ متولی صاحب ممدوح کے دل پر جناب مرحوم کے علم وعمل کا سکہ پہلے سے بھی بیٹھا ہوا تھا مگر اس تعلق تولیت اور مدرسہ میں آمد ورفت کی وجہ سے ان کے مکارمِ اخلاق ومحاسن خصائل کے اندازے کا زیادہ موقع ملا لہٰذا اس کے نقوش اور اُبھرتے گئے اور متولی صاحب ممدوح کو جناب مرحوم سے جو حسن عقیدت تھا اس میں اچھا خاصہ اضافہ ہوگیا اور ہر حکّام وقف مذکور نے یہ محسوس کر کے کہ جناب

آغا صاحب کو اس مدرسہ سے دلچسپی ہے اس کی نگرانی انہیں کے متعلق کردی پھر کیا تھا آغا صاحب ممدوح اور جناب مرحوم دونوں بزرگواروں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنا قوتِ بازو بنا کر اس کی ترقی میں کوشش شروع کردی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ مدرسہ اس مرتبہ پر پہنچا جو اس کی ترقی کا شاید آخری زینہ تھا۔

اس مدرسہ کے واسطے پہلے نہ کوئی خاص مکان تھا نہ دارالاقامۃ (بورڈنگ) بلکہ مسجد آصفی میں درس و تدریس ہوتی تھی اور صرف دو مدرس تھے۔ ایک جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ جو مدرسِ اعلیٰ تھے

دوسرے عالم باعمل و فاضل بے بدل جناب مولانا سید جعفر حسین صاحب قبلہ مرحوم مدرس دوم اس کے بعد متصل مسجد حجروں میں دروازے لگا کر چار درجے قائم کیے گئے۔ ایک ابتدائی درجہ کا اضافہ کیا گیا جس میں فاضلِ جلیل جناب مولوی سیّد جواد حسین صاحب مدرس قرار دیے گئے۔ دُوسرا درجہ خاص معقولات کا کھولا گیا جس کا تعلق عالمِ عامل و محقق کامل جناب سید عابد حسین صاحب قبلہ مرحوم سے ہوا۔ اس وقت تک اس مدرسہ کا سالانہ خرچ تقریباً تین ہزار روپیہ تھا۔ پھر جو اس کی قسمت جاگی تو جناب آغا صاحب مرحوم نے حکام سے اجازت حاصل کر کے روبرئے میڈیکل کالج بمقام ہنہرہ ایک اعلیٰ درجہ کا شاندار مدرسہ اور دارالاقامۃ بنوا دیا۔ وقف حسین آباد مبارک کا اگرچہ ایک لاکھ روپیہ اس کام میں صَرف ہو گیا لیکن عمارت بھی ایسی تیار ہو گئی کہ مجموعی حیثیت سے کسی شیعہ مدرسہ کی عمارت غالباً ایسی نہیں ہے اور واقف کے لئے اِس کارِ خیر سے بہتر کوئی ذخر آخرت بھی نہیں ہو سکتا۔

اَب بحمد اللہ اِس مدرسہ میں چودہ درجے ہیں اور دارالاقامہ میں ایک سو طلبہ رہ سکتے ہیں مقام نہایت پُر افزا ہے چاروں طرف باغ لگا ہوا ہے طلبہ کے واسطے

علاوہ سامانِ خورد و نوش کے اور بھی تمام سامانِ راحت جو اُن کی طالب علمی زندگی کے واسطے ضروری ہوسکتے ہیں مہیا ہیں اور سب انتظامات نہایت باقاعدہ ہیں۔ اس وقت اس مدرسہ کا سالانہ خرچ تقریباً بیس اکیس ہزار روپیہ ہے۔

اس مدرسہ میں امتحان سالانہ کا تعلق صدر المحققین شمس العلماء حجۃ الاسلام جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے ہے۔ ہر سال ماہِ مارچ میں پانچ دن تک امتحان ہوتا ہے جن میں جناب ممدوح مدظلہ ہر روز وقت معین پر تشریف لاکر امتحان لیتے ہیں اور آپ کی طرف سے دوسرے علماکرام دام ظلہم بھی اعزازی ممتحن ہوتے ہیں۔

جناب آغا ابو صاحب مرحوم اپنی زندگی بھر اس مدرسہ کی ترقی کو اپنا نصب العین رہے۔ تقسیم انعام کے جلسہ میں ہمیشہ گورنر صاحب بہادر کو دعوت دیتے تھے اور وہ تشریف لاکر خود انعام تقسیم فرماتے ہیں۔ اور یوں ہی اکثر اوقات دوسرے حکام کو مدرسہ میں لاتے تھے اور حالات مدرسہ کا معائنہ کراتے تھے۔ تھوڑے عرصہ سے اس مدرسہ کا تعلق الہ آباد یونیورسٹی سے بھی ہوگیا ہے اور مبلغ چار سو روپیہ ماہوار یونیورسٹی سے مدرسہ کو دیا جاتا ہے جس میں درجہ مولوی اور درجۂ فاضل کے واسطے مدرسین مقرر کیے گئے ہیں اور کامیاب طلبہ کو اسی میں سے وظیفہ دیا جاتا ہے۔

جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ اسی مدرسہ میں مدرسِ اعلیٰ تھے اور فقہ و اصول کی منتہی کتابوں کا درس آپ ہی دیتے تھے اور از بسکہ اس تعلیم و تدریس کو فرض من اللہ جان کر انجام دیتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ باوجود ضعف و نقاہت اور کثرت مشاغل کے بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ مدرسہ آپ کے فیوض سے محروم رہتا ہو۔ مختلف وجوہ سے حضرات طلبہ کی جو امداد فرماتے تھے وہ تقریباً ایک سو روپیہ ماہوار ہوتی تھی۔ مدرسہ میں بہت سی کتابیں خود مراحمت فرمائیں اور بہت سی دوسرے حضرات سے دلوائیں



اور جناب آغا صاحب مرحوم کا کتب خانہ جو مدرسہ کے کتب خانہ میں شامل ہوگیا جس میں تقریباً ایک ہزار کتابیں ہیں یہ بھی جناب مرحوم ہی کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا اس وقت مدرسہ کے کتب خانہ میں بحمداللہ قریب قریب دو ہزار کتابیں ہیں اور مختلف درجات میں جو طلبہ مشغولِ تحصیل ہیں ان کی تعداد تقریباً دو سو ہے۔

## تلامذہ:

تخمیناً تیس برس تک جناب مرحوم کا اس مدرسہ سے تعلق رہا اس عرصہ میں جو حضرات آپ کے حلقہ درس میں رہے وہ بہت ہیں جن کی تفصیل سے ایجاز تحریر مانع ہے مگر ان میں جو زیادہ ممتاز ہوئے وہ مجتہد العصر جناب مولانا سید شبیر حسن صاحب قبلہ مدرسِ اعلےٰ وثیقہ اسکول فیض آباد اور مجتہد العصر جناب مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری اور شمس العلما جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ مدرسِ اعلیٰ مدرسۃ الواعظین لکھنو اور سید المتکلمین جناب مولانا سید محمد رضا صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ اور عمدۃ المحققین جناب مولانا سید عالم حسین صاحب قبلہ مدرسِ ادبیات جامعہ سلطانیہ لکھنو ہیں۔ ایسے جلیل القدر افاضل کے ساتھ کاتب الحروف اگرچہ ایک ناقابلِ ذکر ہستی ہے بلکہ ایسا ہے جیسے جواہر بیش بہا کے ساتھ کوئی معمولی پتھر رکھ دیا جائے لیکن کفرانِ نعمت سے خوف کرتے ہوئے اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے بھی بامید افاداتِ عالیہ و افاضاتِ سنیہ جناب مرحوم کے سامنے اسی مدرسہ میں پانچ برس تک زانوے ادب تہہ کیا ہے اور باوجودیکہ مادہ کی نااہلیت ایک مانع قوی تھی لیکن مؤثر اس قدر قوی تر تھا کہ اس کو بھی اپنے فیضان سے محروم نہ رکھا۔

maablib.org

## مصنّفات :

تعلیم و تدریس اور جوابات مسائل کے علاوہ حسنِ اخلاق کے سبب عقد خوانی و استخارات و شرکت مجالس و محافل سے اس قدر ضعف رہتا تھا کہ تصنیف و تالیف کا بہت کم موقع ملتا تھا مگر پھر بھی جو چیزیں قلم برداشتہ تحریر فرمائی ہیں آج وہ اپنی آپ نظیر ہیں۔ منجملہ ان کے[1] قول مصون فی نکاح المجنون اور[2] روضۃ الغنّاء فی مسئلۃ الغناء، اور[3] صوب الدیم النوافث فی ان الوصیۃ قبل القبول ھل ھی للموصی لہ ام الوارث اور[4] ردّ المقدمۃ فی الکلام اور[5] اسداء الرغاب فی وجوب التستّر والحجاب ہیں۔

جناب مرحوم سے اکثر بعض افاضل و اعیان نے عرض کیا کہ جناب کے یہ افادات شایع ہونا چاہیئے اور اس پر اصرار بھی کیا گیا مگر ہمیشہ اشاعت سے انکار فرماتے رہے کبھی کبھی مقامِ عذر میں یہ بھی فرما دیتے تھے کہ یہ چیزیں عوام کے واسطے مفید نہیں ہیں۔ اور خواص کے لئے غیر ضروری ہیں۔ اور اگر کبھی حضرات طلبہ میں سے کوئی صاحب یہ کہہ کر اصرار کرتے تھے کہ جناب کی کوئی علمی یادگار رہنا چاہیئے تو فرماتے تھے کہ آپ حضرات کیا میری علمی یادگار نہیں ہیں مگر آخر عمر میں بعض مخصوصین کے اصرار بلیغ سے اشاعت اسداء الرغاب کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ وہ اس وقت عراق میں زیر طبع ہے۔ عنقریب اہل علم و کمال کی آنکھیں اس کے ملاحظہ سے خنک ہوں گی۔

## جامعیّت علوم :

باوجودیکہ جناب مرحوم کا اشتغال زیادہ تر فقہ و اصول میں رہتا تھا جب کبھی معقولات یا ادبیات کی طرف توجہ فرماتے تھے تو ایک نہنگ بحر اور ہزبر دشت



کی شان نظر آتی تھی۔ کسی طرح بیجا نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ معقولات میں جناب میر باقر داماد علیہ الرحمہ اور ادبیات میں جناب سیّد رضی رحمہ اللہ کی بہترین یادگار تھے اور ان پر وہ افاضل طلبہ جنہوں نے باصرارِ تمام ان سے استفادۂ معقولات کیا ہے اور ان کے عربی قصائد شاہدین عادلین ہیں۔

## درسِ خارج :

ہندوستان کی زمین پر جب سے آفتاب علم کی شعاعیں پڑی ہیں سوا سطحیات کے کسی درسِ خارج کا رواج نہیں ہوا نہیں ہوا جس کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ علما و متعلمین کو کبھی اس کی طرف توجہ نہیں ہوئی اور جب کسی کو سطحیات سے فارغ ہو کر درسِ خارج کا شوق پیدا ہوا تو اس نے یہ استفاضہ عراق ہی میں منحصر خیال کیا۔ ہاں جناب مرحوم کے تلمیذ رشید مجتہد العصر جناب مولانا سید شبیر حسن صاحب قبلہ جس وقت بغرضِ تکمیل علوم عازمِ عراق ہوئے تو اس وقت غالباً ان کے اصرار سے جناب مرحوم نے تقریباً چھ ماہ تک درسِ خارج دیا ہے۔ مؤلف اس وقت درجہ سند الافاضل میں تحصیل مقدمات کر رہا تھا۔ جو حضرات اس درس میں شریک ہوتے تھے وہ عمدۃ العلماء العظام زبدۃ الفقہاء و الکرام حجۃ الاسلام آقا السیّد محمّد ہادی صاحب قبلہ مدظلہ العالی جناب مرحوم کے چھوٹے بھائی اور شمس العلماء فخر الزمن جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ اور فقیہ کامل جناب مولانا سید شبّیر حسن صاحب قبلہ مجتہد اور عمدۃ المحققین جناب مولانا سیّد عالم حسین صاحب قبلہ اور دوسرے افاضل طلبہ ہیں۔

## سیرت و اخلاق :

جناب مرحوم کو جس قدر علمی انتقال رہتا تھا وہ یقیناً کثرتِ عبادات و طاعات سے مانع تھا مگر باوجود اس کے نہایت کثیر العبادات اور قلیل النوم تھے۔ آخر شب میں اہلِ ہمسایہ برابر تکبیروں کی آوازیں سنا کرتے تھے۔ نطق و سکوت ہمیشہ وقف ذکر و فکر رہتا تھا مگر چپ زیادہ رہتے تھے۔ جسمانی حیثیت سے جس قدر ضعیف تھے روحانی طاقت کے اعتبار سے اسی قدر قوی تھے۔ باوجود اس رفعت شان و علوّ مکان کے نہایت متواضع و منکسر تھے۔ لباس عمدہ اور صاف پہنتے تھے لیکن اگر کوئی شخص ہم رنگ زمین فرش پر بیٹھنے کی دعوت کرتا تھا تو کبھی کراہت نہیں فرماتے تھے اور نہایت خوشی سے بیٹھ جاتے تھے۔ فقرا و مساکین کی ہم نشینی سبب انزجار اور رؤسا و اہلِ دولت سے ملاقات باعثِ افتخار نہ ہوتی تھی۔ اپنے والد مرحوم کے اصحاب و متقدین کی نہایت تعظیم فرماتے تھے اور ان کی خواہشوں کو حتی الامکان رد نہیں کرتے تھے۔ غذا بہت کم مقدار میں نوش فرماتے تھے۔ بسا اوقات جب کھانا بہت لذیذ ہوتا تھا تو اُس میں پانی ملا کر بدمزا کر لیتے تھے لیکن جس دن ایک شخص نے دیکھ لیا اُس دن سے پھر کبھی ایسا نہیں سُنا گیا۔

## آپکے والد ماجد :

محقق علام حجۃ الاسلام آقا سید ابوالحسن صاحب قبلہ طاب ثراہ کے مدارج علمیہ اور مراتب عملیہ اگر تحریر کیے جائیں تو خود ایک مستقل سوانح عمری ہو جائے گی۔ مقدمات فقہیہ کی تکمیل عالمِ جلیل اجل جناب مولانا مرزا محمد علی صاحب قبلہ قائمتالدین سے فرمائی اور علم فقہ و اصول اپنے خسر معظم جناب ممتاز العلما اعلی اللہ مقامہ اور استاذ العلما



جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ طاب ثراہ سے حاصل فرمایا۔ ہر مقام میں گروہ تلامذہ میں ایک امتیازی شان تھی۔ جناب ممتاز العلما تو آپ کے خسر ہی تھے ان کو جس قدر بھی محبت آپ سے ہوتی ناقابلِ تعجب تھی مگر واقعہ یہ ہے کہ آپکے کمالات علمیہ اور مدارجِ عملیہ اس حد پر تھے کہ تمام اساتذہ کو محبت پر مجبور کر دیتے تھے چنانچہ جناب مفتی صاحب قبلہ مرحوم کے بعض خطوط آپ کے نام مقام استشہاد میں پیش کیے جاتے ہیں۔

## جناب مفتی صاحب قبلہ مرحوم کا خط آپکے نام :

یامن اراہ عضدی ویدی بل کالروح من جسدی وارجو منك ان توسدّنی فی لحدی وترحمنی فی کمدی وتشفع لی فی غدی جمع اللہ بینی وبینک فی احسن ندی - اما بعد فانی اتّخمت قبل امس فما اکلت شیئاً حتی مطلع الشمس وبلغنی انك قد اصابتك الحمّی فزادنی ذلك الما وهمّا وها انا قد کتبت رقاعا فیها آیات تناولها ابتلاعا فی کل یوم رقعة الی ثلثة ایام اولها الجمعة واللہ شافیك وهو الذی یعافینی ویعافیك

اے وہ شخص جس کو مَیں اپنا دست و بازو بلکہ اپنی جان و رُوح سمجھتا ہوں اور اس کا اُمیدوار ہوں کہ مجھ کو میری قبر میں تم لٹاؤ اور حالتِ تکلیف میں مجھ پر رحم کرو اور فردائے قیامت میری شفاعت کرو خدا مجھ کو اور تم کو بہترین محفل میں جمع کرے۔ مجھے پرسوں سے تخمہ ہو گیا ہے جس کے سبب صبح تک کچھ غذا نہیں ہوئی اور یہ معلوم کر کے کہ تم تپ آ گئی ہے میری تکلیف میں اور بھی زیادتی ہو گئی۔ اچھا میں نے یہ رقعے لکھے ہیں جن میں آیات ہیں۔ ایک ایک رقعہ ایک ایک دن نگل جانا مگر جمعے سے شروع کرنا۔ خدا تمھارا شافی اور وہی مجھ کو اور تم کو عافیت دینے والا ہے۔

## جناب مفتی صاحب قبلہ کی دُوسری تحریر آپکے نام :

ایها الخلف الصالح الواعظ الناصح الناطق علی حسب المصالح بکلام حلو و مالح الذاکر الطالع الصابر القانع المتصرف فی الالفاظ والمعانی تصرف الصائغ الصالح فی الحلی والاوانی بلغك الله فی الامن والامان الی الامانی اھ

اے فرزندِ صالح وعظ و نصیحت کرنے والے موافق مصلحت نمکین و شیریں کلام کرنیوالے یادِ خدا و اطاعتِ الٰہی میں بسر کرنے والے وقت مصیبت صبر اور تنگیٔ رزق میں قناعت سے کام لینے والے الفاظ و معانی میں یوں تصرف کرنیوالے جسطرح ایک صانع حاذق اور زرگر ماہر اور ایک قابل رنگ چڑھانے والا زیور و ظروف میں تصرف کرتا ہے خدا حالتِ امن و امان میں مراد کو پہنچائے۔

خط بہت طولانی تھا اس واسطے فقط تحریر القاب پر اکتفا کی گئی ہے۔ ناظرین ان دونوں تحریروں سے اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ جناب مفتی صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کو آپ سے کس حد پر محبت تھی۔ اور باوجود استاد اور اعلم ہونے کے ان کو کس مرتبہ کا عالم باعمل جانتے تھے۔

علم و فضل میں یگانۂ دہر اور زہد و تقویٰ میں فریدِ عصر تھے۔ موعظہ میں بیان نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا۔ باوجود اس تبحر علمی کے نہایت متواضع و منکسر تھے دوسرے علما کو اپنے سے افضل جانتے تھے۔ غرضیکہ تمام محاسنِ اخلاق سے آراستہ تھے جس طرح جناب غفران مآب طاب ثراہ کے باعث ہندوستان میں علمِ دین پھیلا اسی طرح آپ کی بدولت مدرسۂ علمِ دین جاری ہوا۔ سب سے پہلے جو مدرسہ علمِ دین آپ نے جاری کیا وہ مدرسۂ ایمانیہ تھا جس کی بناء ۱۲۸۹ھ میں ہوئی اور اس کے متکفل جناب ممتاز العلما تھے اس کے بعد رئیس باذل جناب مرزا محمد عباس علی خاں صاحب مرحوم کو ترغیب دلا کر



مدرسۂ شارع الشرایع جاری کیا، جس میں خود بھی درس دیتے تھے اور اپنے تلمیذ رشید شمس العلما نجم الملۃ البیضا جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ مدظلہ کو بھی مدرس مقرر فرمایا تھا پھر جب ڈپٹی راحت علی خان صاحب مرحوم نے مدرسۂ سلطان المدارس کی اور اس میں آپ مدرسِ اعلےٰ قرار پائے تو جناب نجم الملۃ دام ظلہ العالی کو اپنی جگہ پر مدرسۂ شارع الشرایع میں مدرسِ اعلیٰ قرار دے کر تمام اپنے اختیارات ان کو مرحمت فرمائے، بحمد اللہ ان دونوں مدرسوں کے فیوض آج تک جاری ہیں اور خدا کرے کہ ظہور امام علیہ السلام تک جاری ہیں۔

حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہو چکے تھے اور زیارتِ عتباتِ عالیات کو کئی مرتبہ تشریف لے گئے تھے۔ ۱۳۱۳ھ میں جو آپ کا آخری سفر تھا۔ کربلائے معلےٰ میں انتقال فرمایا۔ حسنِ اتفاق سے آپ کے فرزندِ اکبر جناب باقر العلوم مرحوم اس وقت عراق میں موجود تھے۔ اپنے والد مرحوم کے تمام امور اپنی نظارت میں انجام دیئے اور خود ہی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جس میں علاوہ عام مومنین کے بہت سے علما و فضلا نے آپ کی اقتدار کی بعد ختم نماز پھر جنازہ اُٹھایا گیا اور درِ زینبیہ سے متصل مقبرہ نواب لاہور میں دفن ہوئے۔

اسکنہ اللہ فی فرادیس جنانہ۔

maablib.org

## آپ کے جدِ بزرگوار :

الحبر العلامۃ والمحقق الفہامۃ ابو الفضائل والکمالات واخو النوافل والکرامات حجۃ الاسلام آقا السید علیشاہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ علم و فضل اور زہد و ورع میں اپنی آپ نظیر تھے۔ تکمیل مقدمات سے فارغ ہو کر عراق تشریف لے گئے۔ ایک مدتِ مدید تک اجلۂ علماء و اکابر فقہا کے درس میں شریک رہے خصوصاً شیخ فقیہ صاحب جواہر کے افاداتِ عالیہ سے بہت مستفید ہوئے۔ جب دامنِ اُمید گلہائے مراد سے بھر گیا تو مشغول تصنیف و تالیف ہوئے۔ بہت سے کتب و رسائل تحریر فرمائے منجملہ ان کے (۱) معیار الاحکام فی شرح شرائع الاسلام۔ (۲) اور کفایۃ المستفید فی الاجتہاد والتقلید اور (۳) ازالۃ الشبہات فی دلالۃ النہی علی الفساد فی العبادات والمعاملات اور (۴) کاشف القناع عن حجیۃ الاجماع اور (۵) کاشف الغمہ فی اصالۃ برائۃ الزمۃ اور (۶) وجیزہ فی حجیۃ المراسیل وعدمہا اور (۷) تحقیق الصواب فی مباحث الاستصحاب ہیں مگر افسوس ہے کہ کتب مذکورہ میں سے کوئی بھی طبع نہ ہوئی اور بعض تو ناتمام ہی رہ گئیں جس کی وجہ سے ان کے یہ افادات صرف ان کے اعزا اور اخلاف تک محدود رہ گئے۔

صاحب جواہر الکلام نے آپ کو اجازہ بھی مرحمت فرمایا تھا جس سے مجاز کی رفعت شان اور علو مکان پر کافی روشنی پڑتی ہے چنانچہ اس کے بعض عبارات بلحاظ اختصار نقل کئے جاتے ہیں۔

اپنے ذیل کلام میں فرماتے ہیں :-



فوجدتہ والحمد للہ ذا فکرۃ ساطعۃ وطریقۃ لامعۃ وتحقیقات باہرۃ وتنبیہات زاہرۃ حسن المدخل والمخرج یعرف اذا طار کیف یقع واذا وقع کیف یطیر یدخل الی الشیئ من بابہ ویخرج منہا فاثلج ذلک منہ فؤادی واقر عینی الحمد للہ اوّلاً واخراً ولا عزو فانہ فرع من الشجرۃ المحمدیہ وغصن من الدوحۃ الہاشمیۃ التی اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء وکل خیر فی ہذا العالم وغیرہ من ثمراتہا وبرکاتہا وہو الجدیر بان یثنی لہ الوسادۃ والحری بتفضیل مدادہ علی دم الشہادۃ

انتہی بحذف واختصار)

الحمد للہ کہ میں نے ان کو صاحبِ فکرِ روشن وطریق درخشندہ پایا۔ ان کی تحقیقات کا آفتابِ عالم کا روشن کرنے والا ہے۔ اور ان کے تنبیہات کے پھول دماغ خلق کے معطر کرنے والے ہیں۔ بحث میں ان کا داخل ہونا اور ایرادات سے بچ کے نکل جانا دونوں خوب ہیں۔ کسی مبحث میں در آتے وقت ان کو اس سے علیحدہ ہونے کا طریقہ معلوم رہتا ہے اور علیحدہ ہوتے وقت پھر در آنے کا اسلوب جانتے ہیں۔ جب کسی علمی مبحث میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے دروازہ سے داخل ہوتے ہیں اور جب اس بحث سے نکلتے ہیں اس وقت بھی دروازہ ہی سے نکلتے ہیں انکی اس حالت سے میرا دل ٹھنڈا اور آنکھیں خنک ہیں۔ خدا ہر وقت لائق حمد ہے۔ حاصل یہ کہ :

ان کی کوئی بحث اور کوئی علمی مذاکرہ بے اصول نہیں ہوتا۔ اور کیوں نہ ہو اس واسطے کہ یہ شجرۂ محمدیہ اور دوحہ ہاشمیہ کی ایک شاخ ہیں جسکی اصل زمین پر اور شاخ اسکی آسمان پر ہے اور ہر نیکی ہر عالم میں اسی شجرہ مبارکہ کے ثواب و برکات سے ہے اور یہ اس قابل ہیں کہ مسندِ شرع کی ان سے زینت ہو اور انکی روشنائی خون شہدا سے افضل قرار دی جائے۔

اس علم وکمال کے ساتھ نہایت تواضع شعار دنیا اور اس کے امور سے بالکل متنفر اسباب شہرت سے دور عزلت گزینی اور گوشہ نشینی میں بسر فرماتے تھے۔ منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں صاحب بہادر وزیر سلطان نصیر الدین حیدر مرحوم آپ کے نہایت مخلصین میں سے تھے مگر آپ کی آمد و رفت ان کے یہاں بھی بہت کم رہتی تھی۔

عبادات و ریاضات کی یہ حد پہنچ گئی تھی کہ جس سے ایک کشف و کرامات کی حالت پیدا تھی۔ زیادہ تر مقامِ عبادت صحرا ہوتا تھا تاکہ عملِ خیر مخفی رہے مگر جو بندۂ خدا اپنے عملِ خیر کو مخفی کرتا ہے خدا اس کو ضرور آشکار فرما دیتا ہے۔ یہی سبب تھا کہ اس حد پر اخفاء کے بعد بھی ان کی عبادات و طاعات بہت مشہور ہو گئے تھے۔ نماز میں رجوعِ قلب اس حد کا ہوتا تھا کہ جس سے زیادہ غیر معصوم کے واسطے متصور نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کسی صحرا میں مشغولِ نماز تھے۔ ناگاہ ایک شیر نکل آیا اور جو لوگ وہاں موجود تھے، سب خوف کے مارے درختوں پر چڑھ گئے مگر آپ جس طرح نماز پڑھ رہے تھے اسی طرح پڑھا کیے۔ جب نماز ختم ہوئی تو اُس شیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے گروہ حیوانات تم سب خدا کی طرف سے مرفوع القلم ہو اور ہم گروہ انسان مکلف ہیں۔ تم بقدرِ چشم زدن بھی اس کی معصیت نہیں کرتے اور ہم گنہگار ہیں۔ تم عذاب الٰہی سے بے خوف ہو اور ہم کو خوفِ عقاب ہے۔ آپ یہ فرما رہے تھے اور شیر سر جھکائے ہوئے کھڑا تھا۔ ناگاہ اس کی شیرنی بھی نکل آئی اور دونوں اپنی کچھار کی طرف چلے گئے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ جب آسمان ایسا ہو تو اس کا چاند (یعنی جناب باقر العلوم) کیسا ہوگا۔ اور جب شجر کی نزہت اس حد تک ہو تو اس کے پھول میں کیسی مہک ہوگی۔ جس سے مشامِ خلق آج تک معطر ہے اور مدتوں معطر رہے گا۔ اگر یہ کہوں کہ اہل ہند نے جناب باقر العلوم اعلی اللہ مقامہ کی قدر نہیں کی تو غلط ہوگا قدر تو ضرور کی مگر اس میں شک نہیں کہ جتنی قدر کی وہ اس سے کہیں زیادہ عزت کے قابل تھے۔



درحقیقت یہ بزرگوار آسمانِ علم و کمال کا وہ خورشید تاباں تھا جس کی تیز شعاعیں از مشرق تا مغرب پھیلی ہوئی ہیں مگر افسوس ہے کہ شام سے پہلے غروب ہو گیا۔ اور محفل زہد و تقویٰ کا وہ روشن چراغ تھا جس کی روشنی روکش ضیا مہر تھی لیکن حیف ہے کہ صبح ہونے سے پیشتر گل ہو گیا۔

## وفات حسرت آیات :

جناب باقر العلوم زیارتِ عتباتِ عالیات سے کئی مرتبہ مشرف ہو چکے تھے اور اپنے جدِ بزرگوار ثامن الائمہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کا فخر بھی حاصل تھا۔ اور ہمیشہ آپ کا دستور یہ تھا کہ قصدِ زیارت کو مخفی رکھتے تھے مگر آخر عمر میں بہ شوقِ زیارت جو عازم عراق ہوئے تو اس سفر کو اس قدر مخفی رکھا کہ مخصوصین بلکہ اکثر اعزا کو بھی علم نہ ہوا اور جن حضرات کو معلوم ہوا وقت روانگی معلوم ہوا بات یہ تھی کہ ایسے سفر میں عام طور سے ہر شخص کے واسطے زیادہ اہتمام ہوتا ہے۔ اعزا و احباب رخصت ہونے کو حدِ ترخص تک جاتے ہیں۔ خصوصاً جناب مرحوم کو اگر آپ کا سفر چند روز قبل معلوم ہو جاتا تو مخلصین اور وابستگان دامنِ علم جو کچھ بھی ممکن ہوتا اہتمام کرتے اور جناب مرحوم نام و نمود سے بہت گھبراتے تھے تو چاہتے یہ تھے کہ نہ میرے واسطے کچھ شان و شوکت و اہتمام ہو اور نہ میری وجہ سے کسی مومن کو تکلیف ہو۔ یہ آپ کا سفر اگرچہ بہت مخفی رہا لیکن روز روانگی بعض مخصوصین کو معلوم ہو گیا تھا اور ان کے ذریعے سے جن حضرات کو معلوم ہوا وہ سب حضرات اسٹیشن تک رخصت کرنے کو اپنا شرف جان کر گئے۔ جناب مرحوم نے رخصت ہوتے وقت ہر مرتبہ سے زیادہ ہر شخص سے اظہارِ اخلاق فرمایا اور تشریف لے گئے۔ عراق پہنچ کر تقریباً ڈھائی مہینہ تک مشاہدِ مقدسہ کی زیارت سے شرفیاب ہوتے رہے۔ ماہِ شعبان ۴۶ھ کی نویں یا دسویں تاریخ کاظمین میں بخار آیا جس میں کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔ ۱۳ شعبان کو بمشکل تمام وہاں سے کربلائے معلیٰ تشریف

لے گئے تین روز تک علاج ہوتا رہا مگر قضائے الٰہی حتمی تھی۔ ۱۶؍ شعبان ۱۳۴۶ھ کو بوقت عصر اس دارِ فانی کو ترک کر کے اپنے درجاتِ عالیہ کی طرف صعود فرمایا۔ از بسکہ نیمۂ شعبان کی مخصوصی کے واسطے قریب قریب تمام عرب و عجم یہاں تک کہ اعرابِ بادیہ نشین کربلا میں آئے تھے اور علمائے کرام بھی نجف سے تشریف لے آئے تھے لہٰذا اطلاع کرنے میں زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہوئی۔ جنازہ نہایت اہتمام سے اٹھایا گیا۔ تمام علما و فضلا اور عرب و عجم و ہندی ہمراہ تھے۔ جنازے کے آگے آگے عربی نوحہ و ماتم ہوتا جاتا تھا۔ مؤلف بھی اس زمانہ میں وہیں تھا چنانچہ مجھے اس نوحہ کا پہلا مصرعہ یاد رہ گیا اور وہ یہ ہے۔ شال رکن الدین شال۔ یعنی اُٹھ گیا رکن دین اُٹھ گیا۔ جس طرف سے جنازہ گزرتا تھا۔ عرب کی عورتیں چیخیں مار مار کر روتی تھیں۔ گھروں میں سے بھی رونے کی آوازیں آتی تھیں۔ غرضکہ جو عنوان علما کے جنازے کے ساتھ عراق میں ہوتا ہے وہ سب ہوا۔ حجۃ الاسلام آقا سید ابو الحسن اصفہانی مد ظلہ نے نماز پڑھائی۔ بارش ہو رہی تھی مگر تقریباً پانچ ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ ختم نماز کے بعد پھر جنازہ اٹھایا گیا اور صحن اقدس میں مغرب کی طرف قریب در زینبیہ اس حجرہ میں جس میں جناب مرحوم کے والد علام، مدفون ہیں دفن ہوئے، وقت انتقال عمر شریف ۶۱ سال کی تھی۔

دوسرے روز سے تقریب فاتحہ خوانی شروع ہوئی تین دن عرب و عجم حضرات کی طرف سے تین دن اہلِ کشمیر کی طرف سے تین دن ہندیوں کی طرف سے فاتحہ خوانی ہوئی تینِ دن عرب و عجم اور فضلائے ہند نے مرثیے اور تاریخیں نظم کر کے پڑھیں اور سب شرکا جناب مرحوم کے دونوں صاحبزادوں کو تعزیت دے کر رخصت ہوئے اس واقعہ کا تمام عراق میں ایک خاص اثر ہوا۔

اور جب ہندوستان میں یہ خبر مصیبت اثر پہنچی تو یہاں کے ماتم کی کوئی حد نہ تھی جس شہر میں خبر پہنچی وہاں بنا فاتحہ خوانی ہوئی۔ بڑے بڑے شہروں میں متعدد مقامات پر فاتحہ خوانی ہوئی اور لکھنو میں تو قبل از محرم محرم ہو گیا اور آپ کی عزاداری کا



سلسلہ عزاداری مظلوم کربلا سے متصل کر دیا گیا۔ جو مجلس فاتحہ خوانی امام باڑہ آصفی میں ہوئی ہے زمانۂ شاہی دیکھے ہوئے حضرات فرماتے ہیں کہ آج تک ایسی فاتحہ خوانی کسی کی نہیں ہوئی۔ علما و فضلا اور طلبۂ مدارس و شعرا نے عربی و فارسی و اُردو میں مرثیے اور تاریخیں پڑھیں اور جناب مرحوم کے تلمیذ رشید شمس العلما جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ نے ذکر مصائب فرمایا۔ تمام شرکا بعد ختم مجلس جناب مرحوم کے چھوٹے بھائی عمدۃ العلماء الاعظام زبدۃ الفقہاء الکرام جناب آقا سید محمد ہادی صاحب قبلہ دام ظلہ کو پرسہ دے کر رخصت ہوئے۔

## اولاد :

جناب مرحوم کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ فرزندِ اکبر عالمِ عامل و فقیہ کامل جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ اور ان سے چھوٹے فاضل ذکی جناب مولوی سید علی صاحب زید فضلہ اور سب سے چھوٹے سید محمد رضی صاحب سلمہ اللہ و ابقاہ ہیں۔ جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ دام فضلہ جناب مرحوم کی حیات ہی میں ہندوستان کی مروّج تعلیم سے فارغ ہو کر تقریباً چار سال سے۔ عراق میں شریک درسِ خارج ہیں جناب مرحوم کی وفات کے بعد لکھنو تشریف لائے تھے۔ رواسم تعزیت ختم ہونے پر جامعہ سلطانیہ میں اپنے والد علام کی جگہ پر مدرسِ اعلیٰ مقرر ہوئے اور چند روز تعلیم دے کر پھر دو برس کے واسطے عراق تشریف لے گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مجاز ہو کر وہاں سے فائز المرام لکھنو تشریف لائیں گے اور وہ زمانہ بھی بہت جلد آئے گا کہ جناب مرحوم کی ناگہانی وفات سے قلوب مومنین میں جو گہرے زخم پڑ گئے ہیں۔ مولانائے ممدوح کا علم و عمل اُن زخموں کے واسطے مرہم ہوگا۔

ش

# اضافہ

۱۔ ہادی الملت ، محمد ہادی صاحب (برادر باقر العلوم)

۲۔ اُستاذ الفقہا، سید محمد صاحب (فرزند باقر العلوم)

۳۔ امامیہ مذہب کا ایک قدیم مدرسہ (سلطان المدارس قدیم دستاویز)

۴۔ قوم کا مایۂ ناز سرمایہ ۔ مدرسہ سلطان المدارس

۵۔ چند افاضل مدرسہ (عہدِ حاضر کا ایک ریکارڈ)

MAAB 1431
maablib.org

## آپ کے بھائی ہادی الملۃ محمد ہادیؒ

آیت اللہ السید ابوالحسن رضوی کے دوسرے فرزند جناب حجۃ الاسلام والمسلمین استاد الفقہا والمتکلمین، رئیس المتقین مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ مرحوم، شرف وکرامت میں اپنے عہد کے علما میں خاص امتیاز کے مالک تھے، معاصر علما ان کا بے حد احترام فرماتے تھے اور جناب سید محمد باقر صاحب مرحوم انھیں اپنا قوتِ بازو جانتے تھے۔

جناب سید محمد ہادی صاحب قبلہ جناب ممتاز العلما مولانا سید محمد تقی صاحب کے نواسے تھے۔ ان کی تاریخ ولادت ۲ ذی قعدہ ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء ہے۔ وہ لکھنو میں پیدا ہوئے اور خاندان علم وتقوی کی مقدس گودیوں میں پلے بڑھے۔ وہ اپنے بھائی جناب سید محمد باقر صاحب سے چھ سال کے قریب چھوٹے تھے۔

بچپنے سے اجداد کے طریقے پر گامزن تھے، انتہائی مقدس، ذہین اور متقی تھے، علم کا شوقِ فطرت کا جز تھا، اپنے عہد کے اکابر سے درس حاصل کیا۔ اپنے والد ماجدؒ اور برادر بزرگوار سے بھی تعلیم پائی۔ بعد فراغت تعلیم نجفِ اشرف تشریف لے گئے جہاں فقہ واصول کے درسِ خارج میں نہایت معزز طریقہ پر شرکت فرمائی۔ علما آپ کا احترام کرتے تھے۔ شیخ الشریعت آقا شیخ فتح اللہ اصفہانی معروف بہ آقای شریعت آیت اللہ سید محمد کاظم طباطبائی، محققِ عصر آقا شیخ محمد کاظم خراسانی رحمہم اللہ سے خاص طور پر استفادہ کیا۔ عراق کے اکابر و اعلام سے فیض اٹھا کر لکھنو واپس آئے اور مدرسۂ عالیہ سلطان المدارس میں نائب صدر مدرس قرار پائے۔

شرح لمعہ، قوانین، فصول، تصریح (ہیئت) اور پھر شرح کبیر و رسائل و اصول کافی جیسے مہمات کتب کا درس دیتے رہے۔ جناب سید باقر صاحب قبلہ عراق تشریف لے

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.org

جاتے تھے تو آپ کو اپنا قائم مقام فرما جاتے تھے۔

مَیں نے زیارت کی ہے، اُبھرنا قد، خوبصُورت چہرہ، قبا اور کمر میں پٹکا سر پر کبھی عمامہ ورنہ ٹوپی ہوتی، گلے میں ڈوپٹہ، زرد مخمل کی کفش، ہاتھ میں عصا، بڑے بُردبار، باوقار متقی پرہیزگار، عبادت گذار تھے۔ طلبہ کی بہت عزت فرماتے تھے۔ درس و تدریس، فقہ و اصول سے خصوصی شغف تھا۔ مدرسے میں اور شریعت کدے پر عموماً شب و روز درس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ بہت شگفتہ رو اور شیریں زبان تقریر میں تاثیر تھی، مجلس پڑھتے تھے تو خود بھی بے حد گریہ فرماتے اور مجلس میں بھی کہرام برپا ہو جاتا تھا۔ چونکہ خود متقی تھے۔ اس بنا پر موعظہ میں بے حد اثر ہوتا اور لوگ رجوع الی اللہ کے جذبے سے سرشار اُٹھتے تھے۔

بارہا زیارات سے مشرف ہو چکے تھے ۱۳۵۶ھ میں آخری مرتبہ تشریف لے گئے اور یکم صفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۲ر اپریل ۱۹۳۸ء کربلا معلےٰ میں محوِ خواب ہوگئے۔

## تلامذہ :

فہرست بہت طولانی ہے۔ چند نام لکھتا ہوں :-

۱۔ جناب مولانا محمد رضا صاحب قبلہ ۲۔ جناب مولانا سبط حسن صاحب قبلہ
۳۔ جناب مولانا ابنِ حسن صاحب قبلہ نونہروی۔ ۴۔ جناب مولانا کلب حسین صاحب قبلہ
۵۔ جناب مولانا سید محمد عرف میرن صاحب قبلہ۔ ۶۔ جناب مولانا عالم حسین صاحب قبلہ
۷۔ جناب مولانا سید عبد الحسین صاحب قبلہ۔ ۸۔ جناب مولانا زین العابدین صاحب قبلہ (ملتان)
۹۔ جناب مولانا محمد مصطفےٰ صاحب قبلہ جوہر۔ ۱۰۔ جناب مولانا ڈاکٹر مجتبےٰ حسن صاحب کامون پوری
۱۱۔ مرزا یوسف حسین صاحب ۱۲۔ مرزا ضامن حسین صاحب
۱۳۔ سید محمد صاحب قبلہ ۱۴۔ اقبال رضا صاحب
۱۵۔ سید اعجاز حسین صاحب ڈاکٹر ۱۶۔ مولانا حیدر حسین صاحب نکہت



۱۷۔ مولانا محسن نواب صاحب۔ ۱۸۔ نجم الحسن کراروی صاحب
۱۹۔ مولانا علی حیدر صاحب ۲۰۔ مولانا علی نقی صاحب
۲۱۔ مولانا محمد بشیر صاحب۔

## تصانیف :

۱۔ حواشی شرح کبیر ۲۔ حواشی رسائل شیخ مرتضیٰ رح
۳۔ حواشی قوانین الاصول ۴۔ حواشی شرح لمعہ
۵۔ ہدیہ سنیہ شرح روضۂ بہیہ شرح لمعۂ دمشقیہ
۶۔ رسالہ در طہارت آبِ منجمد ۷۔ نہج الادب اخلاق و موعظۂ احادیث
۸۔ قصائد مدحیہ معصومین عربی۔

## اولاد :

۱۔ جناب اُستاذ محترم مولانا سید احمد صاحب قبلہ۔ متوفی ۱۹۷۳ء / ۱۳۹۳ھ
۲۔ جناب مولانا و اُستاذنا سید محمد حسن صاحب قبلہ مدظلہم مہاجر کربلا۔
۳۔ جناب مولانا و اُستاذنا سید محمد حسین صاحبؒ ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء
۴۔ مولانا محمد مہدی صاحب زید پوری

☙

## آپ کے فرزند اُستاذ الفقہا السیّد محمدؒ

جناب سید محمد باقر صاحب قبلہ کے بعد ان کے چھوٹے بھائی الاستاذ الکبیر حجۃ الاسلام والمسلمین عماد العلماء والمجتہدین مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ مرحوم طاب ثراہ جناب کے جانشین مانے گئے اور موصوف نے لکھنو کے تمام معاملات کی نگرانی فرمائی۔ سب سے اہم کام مدرسۃ سلطان المدارس تھا، سید ہادی صاحب کے وجود سے مدرسے کا وقار اور طلبا و علما کا اعتماد بحال رہا، جناب سیّد ہادی صاحب قبلہ نے جناب مرحوم کے فرزند جناب سید محمد صاحب قبلہ کو ان تمام مناصب پر دیکھنا پسند فرمایا جو ان کے والد محترم سے مربوط تھے۔

اُستاذ الفقہاء العظام و علماء کرام مولانا سید محمد بن سید محمد باقر الرضوی طاب ثراہ، رجب ۱۳۱۶ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ ماجدہ مولانا اکبر مہدی صاحب کی صاحبزادی تھیں جن کی مادرِ گرامی اس قدر عالمہ تھیں کہ مولانا باقر مہدی جرولی فرماتے تھے کہ ان معظمہ سے گفتگو کرنے میں معلوم ہوتا تھا کہ کسی جیّد عالم سے مخاطب ہیں۔ جنھوں نے بڑی بڑی عربی کتابوں پر حاشیے لکھے تھے۔ ان کے بطن سے تین صاحبزادیاں اور تین فرزند ہوتے سید محمد، سید علی، سید رضی۔

مولانا سید محمد صاحب نے انتہائی مقدس ماحول میں ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی، مدرسۃ سلطان المدارس کے اساتذہ سے درس لیا اور فراغت کے بعد نجف گئے جہاں آیت اللہ نائنی اور معاصر شیوخ حوزۂ علمیہ سے درسِ خارج میں فیض اُٹھایا۔ وہ ۷ر صفر ۱۳۵۱ھ کو لکھنو واپس آئے اور اپنے والد مرحوم کی جگہ سلطان المدارس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اُستاذ علام صدر الافاضل کے طلبہ کو "شرح کبیر"، اصول، کافی، المکاسب اور رسائل کا درس دیتے تھے۔



۲۹ر ذالحجہ ۱۳۹۴ھ ۱۳ر جنوری ۱۹۷۵ء کو لکھنو میں رحلت کی، امام باڑہ غفران مآب میں لاش امانت رہی۔ ذی حجہ ۱۳۹۷ھ کو کربلائے معلیٰ میں دفن کئے گئے۔ وہ متعدد بار عراق و ایران کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور اپنے زہد و ورع میں علماء عراق کے نزدیک محترم تھے۔ مولانا سید محمد تقی صاحب قبلہ فاضل نجف ان کی یادگار ہیں۔ ان کے تلامذہ کی فہرست بہت طولانی ہے جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔

**مولانا سید علی صاحب قبلہ:** جناب سید باقر صاحب قبلہ کے دوسرے فرزند، حجۃ الاسلام مولانا و استاذنا سید علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی مدرسۃ سلطان المدارس کے فارغ التحصیل اور نجف و کربلا کے اساتذہ و اعلام سے صاحب اجازات ہیں۔ آج کل مدرسۃ سلطان المدارس کے پرنسپل ہیں۔

مولانا سید علی صاحب قبلہ کی عمر اس وقت (۱۹۸۲ء) میں پینسٹھ ستر کے درمیان ہے۔ خدا آپ کو صحت و سلامتی سے رکھے۔

دختران: بڑی صاحبزادی جناب مولانا سیّد محمد حسن صاحب قبلہ، منجھلی صاحبزادی جناب مولانا سیّد محمد حسین صاحب قبلہ، چھوٹی صاحبزادی جناب مولانا سیّد کلب عابد صاحب قبلہ کے عقد میں ہیں۔

سرکار ہادی الملت مولانا سید ہادی صاحب قبلہ مرحوم
پرنسل سلطان المدارس لکھنؤ

maablib.org

# امامیہ مذہب کا ایک قدیم مدرسہ:

از جناب شیخ تصدق حسین صاحب ایڈووکیٹ لکھنؤ

نواب اودھ سعادت علی خان مرحوم کے مقبرہ کے چاروں طرف غلام گردش بھی تھی جس میں حضرت امجد علی شاہ پسر حضرت محمد علی شاہ (نبیرۂ نواب سعادت علی خاں) نے اپنے زمانۂ شہریاری میں جس کا سلسلہ ۱۸۴۲ء سے ۱۸۴۷ء تک رہا۔ امامیہ فرقہ کے طلبا کے لیے ایک تعلیم گاہ بنام "مدرسۂ سلطانیہ" قائم کی تھی۔ مقبرہ، اس کی غلام گردش اور مدرسہ کے متعلق سید محمد کاظم ملازم مدرسۂ مذکور اپنی خود نوشت سوانح عمری اسمی "سوانح عمری محمد کاظم" میں لکھتے ہیں۔

"از جملہ رواج ایں بنا کردن مدرسہ باہتمام جناب قبلہ وکعبہ در مقبرۂ نواب جنت آرام گاہ (سعادت علی خاں) کہ مکانے بود نہایت وسیع گرداگرد آں چہار طروف دالان ہا و حجرہ ہا بودند۔ قریب سی مدرس کہ بعضے از آنہا علما، اعلام و کاملین فضلا بودند مثل مولوی میر احمد علی و مفتی میر عباس صاحب و شیخ علی اظہر صاحب و مولوی مرزا محمد علی صاحب و مولوی میر حامد حسین صاحب۔ ایں صاحبان جامع معقول و منقول و حاوی فروع و اصول بودند دیگر مدرسین مثل آنہا کماے نداشتند لیکن بہ نظر الطاف و عنایات قبلہ وکعبہ بعہدۂ مدرسی منصوب گردیدند۔ تنخواہ مدرسین کہ بدرجہ اعلیٰ بودند صد روپیہ و یا ہفتاد روپیہ و دیگر مدرسین سی و چہل یا بست روپیہ بود ماہ بماہ بلا تاخیر وصول می شد و تنخواہ طلبا مبتدیین چہار روپیہ و متوسطین شش روپیہ و منتہین نہ روپیہ معین بود و ہمہ کس از اہل مدرسہ ہموارہ مورد مراہم الطاف سلطانی بودند۔ گاہ گاہ حضرت اقدس و اعلیٰ بہ سواری ہوادار در مدرسہ رونق افروز شدہ ہر چہار طرف دورہ می کردند و صدہا خوان انواع طعام و شیرینی و میوہ کہ در تقریبات امرا و مہاجناں برائے بادشاہ می فرستادند حکم می شد کہ با اہل مدرسہ تقسیم

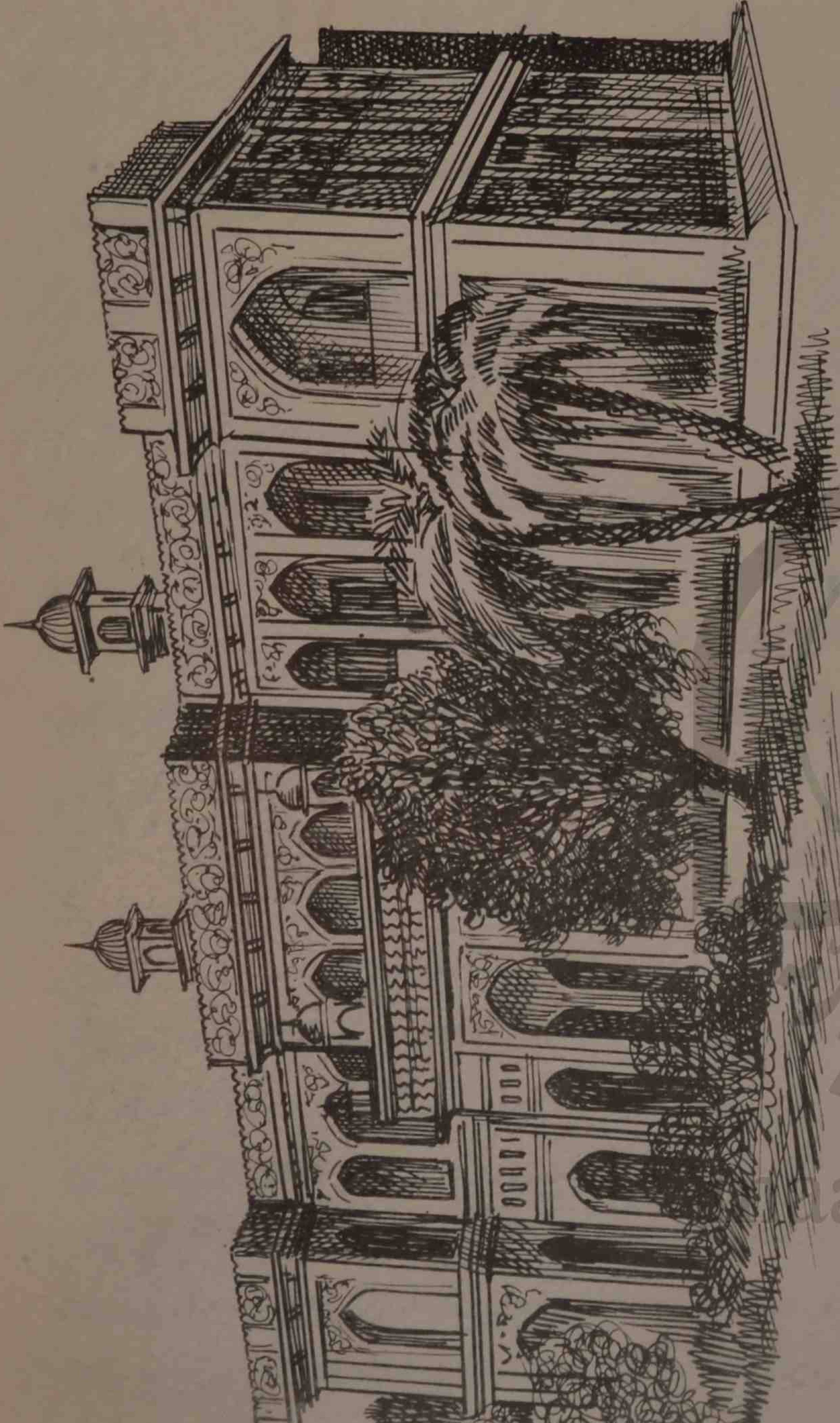

مدرسۂ سلطان المدارس لکھنؤ



نمایند۔ دراں ایام ہر کسے را شوق درس و تدریس و تحصیل علم باحد کمال بود۔ بسیارے از طلبا غیر ملازم برائے تحصیل علم در مدرسہ می نمودند

یعنی جناب قبلہ و کعبہ کے زیر اہتمام مدرسہ سلطانیہ کی بنیاد پڑی جو جنت آرام گاہ نواب سعادت علی خاں کے مقبرہ میں قائم ہوا تھا۔ اس مقبرہ کی عمارت نہایت وسیع ہے جس کے چاروں طرف دالان اور حجرے بنے ہیں۔ مدرسہ میں تخمیناً تیس مدرس تھے۔ ان میں سے بعض مثل مولوی میر احمد علی و مفتی سید محمد عباس و شیخ اظہر علی صاحب و مولوی میر محمد علی صاحب و مولانا سید حامد حسین صاحب (پدر جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب مجتہد) بہت سربرآوردہ اور عالم متبحر تھے۔ یہ جملہ حضرات معقول و منقول کے مجسمے اور اصول و فروع پر حاوی تھے مگر دوسرے معلم اُن کے مرتبۂ کمال کو نہ پہنچے تھے لیکن مجتہد صاحب کی عنایت و نوازش سے عہدۂ مدرسی پر فائز ہو گئے تھے۔ ان میں صفِ اوّل کے مدرسین کی تنخواہ ایک سو یا ستر روپیہ ماہوار تھی مگر دوسرے درجہ کے معلموں کو صرف تیس یا چالیس یا بیس روپے ماہوار ملتے تھے لیکن تنخواہ ماہ بماہ فوراً وصول ہو جاتی تھی۔ مدرسہ کے طالب علموں کو بھی وظیفے عطا ہوتے تھے نیچے درجے والوں کو چار روپے درمیانی درجہ والوں کو چھ روپے اور بڑے درجہ والوں کو نو روپے ماہوار ملتے تھے۔ مدرسہ کے کل افراد پر جہاں پناہ کی ہمیشہ نظر لطف و کرم رہتی تھی۔ کبھی کبھی وہ ہوا دار میں سوار ہو کر خود بھی مدرسہ میں تشریف لاتے اور ہر طرف گھوم پھر کر معائنہ کرتے۔ سینکڑوں خوان طرح طرح کے کھانوں، مٹھائیوں اور میووں کے جو امراء اور مہاجن اپنے یہاں کی تقریبوں کے موقع پر بادشاہ کے لیے بھیجتے تھے۔ اُن کے لیے حکم دیدیا تھا کہ اہل مدرسہ کو تقسیم کر دیئے جایا کریں۔ اس دور میں ہر شخص کو درس تدریس اور تحصیل علم کا بے حد شوق تھا۔ چنانچہ مدرسہ میں بہت سے طالب علم ایسے بھی تھے جن کو کوئی وظیفہ نہیں دیا جاتا تھا (اخبار سرفراز لکھنؤ۔ ۲۵ فروری ۱۹۵۶ء)

# قوم کا ایک مایۂ ناز سرمایہ ۔ مدرسۃ سلطان المدارس

(مصطفٰے حسن رضوی ۔ ایڈیٹر سرفراز)

ہمارے مقتدر تعلیمی ادارے سلطان المدارس نے آج کل پوری شیعہ قوم کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر رکھا ہے۔ ہر شخص اس کے لیے متفکر دکھائی دیتا ہے اور ہر شخص کی خواہش و کوشش اور دعا ہے کہ یہ درسگاہ زندہ و برقرار رہے اور ہم اپنے اس مایۂ ناز سرمایہ سے کسی وقت محروم نہ ہونے پائیں۔ یہ ایک ایسا خیر جاریہ ہے جو گزشتہ پون صدی سے تشنگانِ علم کو سیر و سیراب کر رہا ہے۔ اس ادارہ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے ہم یہاں اس کی مختصر تاریخ پیش کر دینا چاہتے ہیں تاکہ افراد ملت یہ اچھی طرح سمجھ سکیں کہ جس ادارہ کے وجود کو مفاد پرستوں نے خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ وہ ہماری قوم کا کتنا مہتم بالشان ادارہ ہے اور اس کا وجود ہمارے لئے کتنا ضروری ہے۔

یہ مدرسہ وسط ۱۸۹۲ء میں وقف حسین آباد مبارک کے گرامی منزلت متولی جناب نواب مرزا مہدی حسین خان صاحب بہادر عرف نواب آغا ابو صاحب مرحوم کی مساعیٔ جمیلہ سے معرضِ وجود میں آیا۔ پہلے پہل مدرسہ امام باڑہ اصغی میں قائم ہوا اور اس کے پہلے پرنسپل فقیہ اہل بیت جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ عرف مولانا ابو صاحب مقرر ہوئے اور اپنی وفات تک جو ۱۸۹۵ء میں واقع ہوئی اس عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کے بعد آپکے صاحبزادے باقر العلوم مولانا سید باقر صاحب قبلہ مرحوم کا تقرر پرنسپلی پر عمل میں آیا اور آپ ۱۹۲۸ء تک مدرس اعلیٰ کی حیثیت سے سلطان المدارس میں درس دیتے رہے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بھائی مولانا سید ہادی صاحب قبلہ عہدۂ پرنسپلی پر فائز رہے اور اب مولانا سید ابو صاحب قبلہ کے پوتے مولانا سید محمد صاحب قبلہ پرنسپل ہیں۔

سلطان المدارس کی موجودہ عمارت کی بنا ۱۹۱۱ء میں پڑی اور عمارت کی تکمیل کے بعد ۱۹۱۲ء

سے مدرسہ یہاں منتقل ہوکر آگیا۔ اس جدید عمارت میں سرکار باقر العلوم اعلی اللہ مقامہ ۱۷ سال تک مسلسل درس دیتے رہے ہیں۔ اگر بہ نظر تعمق دیکھا جائے تو موجودہ عمارت سے ہماری بہت سی قدیم روایات وابستہ ہیں۔ جن کی وجہ سے چونے گارے اور اینٹوں کا یہ ڈھانچہ ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ جگہ ہمیں کیوں نہ پیاری ہو جہاں سال دو سال نہیں متواتر ۱۷ سال تک باقر العلوم مرحوم نے بیٹھ کر طلاب کو درس دیا ہے۔ بعض مادّی چیزوں سے بھی انسان کو والہانہ محبت ہوجاتی ہے۔ میری والدہ کا انتقال ۱۹۱۵ء میں ہوا تھا مرحومہ کو غسل دیتے وقت ان کے ہاتھوں سے جو چوڑیاں اُتری تھیں۔ وہ ۱۹۵۰ء تک میرے پاس یادگار کے طور پر محفوظ رہیں۔ انھیں ہمہ وقت میں اپنے بکس میں رکھتا تھا اور کپڑے وغیرہ کے نکالنے اور رکھنے میں تقریباً روزانہ ہی وہ میری نظر کے سامنے آتی تھیں۔ جنھیں دیکھ کر میں غیر شعوری طور پر ایک سکون و اطمینان محسوس کیا کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ ریل کے سفر میں میرا ایک بکس غائب ہوگیا۔ چیزوں کے تلف ہونے کا تو مجھے کوئی رنج نہ ہوا البتہ دلی صدمہ ہوا ان چوڑیوں کے ضائع ہوجانے کا جو مجھے بہت ہی عزیز تھیں جب انسان معمولی معمولی نسبتوں کی بنا پر بہت سی مادی چیزوں کو عزیز سمجھنے لگتا ہے تو سلطان المدارس کی عمارت ہمیں کیوں عزیز نہ ہو۔ وہ ہماری جیتی جاگتی ایک قومی یادگار ہے جو گذشتہ ۷۰ سال سے ہماری مذہبی تعلیم کی ضرورت کو بڑے حسن و خوبی سے پوری کر رہا ہے۔ اس مدرسہ کے شاندار ماضی و حال اور روشن مستقبل نے ہمیں والہ و شیدا بنا رکھا ہے۔ اور ہم اسے اپنی ہر ہر متاعِ عزیز سے زیادہ سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر اسے خریدنا پڑے تو ہم نقد جان کے بالعوض بھی اسے خرید کر سکتے ہیں۔

## مدرسہ کے کُچھ سابق طلبا:

سلطان المدارس ابتدا ہی سے شیعہ قوم کے دامن



کو اپنے فیض و برکات سے مالا مال کر رہا ہے اگر اس کے اولڈ بوائز کی فہرست پر آپ نظر ڈالیں گے تو اسے بڑا گراں بار پائیں گے۔ شمس العلما مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ مرحوم جیسا سحر بیان مقرر اور فقید المثال خطیب اسی اسکول کا ایک شاہکار تھا۔ جس نے اپنے عہد میں مملکت خطابت و تقریر میں اپنے جھنڈے گاڑ رکھے تھے۔ مولانا سید محمد رضا صاحب مرحوم جیسے فلسفی کو بھی اسی درس گاہ نے پیدا کیا تھا۔ مولانا سید شبیر حسن صاحب قبلہ سابق پرنسپل وثیقہ اسکول فیض آباد، مولانا عالم حسین صاحب قبلہ، مولانا سید علی حیدر صاحب مالک و مدیر رسالۂ اصلاح کھجوہ، مولانا سید محمد مجتبیٰ صاحب سابق پرنسپل مدرس جعفریہ نوگاواں سادات مولانا راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری مجتہد سابق پرنسپل مدرسۂ مدرسۃ الواعظین، ابوالخلیل مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ بھیک پوری (جن کے انتقال سے متاثر ہوکر سرفراز نے اپنا یادگار رفتگان نمبر نکالا تھا۔ اور جس میں مولانائے مرحوم کے علاوہ بعض دوسرے مرحومین کے حالات بھی شامل کیے گئے تھے) ماہر معقولات مولانا عبد الحسین صاحب قبلہ جن کے انتقال کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے۔ اس مدرسے کے پروفیسر تھے۔

یہ تو کچھ نام تھے سابق طلبا کے جو کبھی علم و ادب، تاریخ و فقہ فلسفہ و منطق، تفسیر و خطابت، تقریر و تحریر اور علم کلام کی دنیا میں کوس لمن الملک بجا رہے تھے اور اب مرحوم ہو چکے ہیں۔ اب ایک نظر ان محترم اولڈ بوائز پر ڈال لیجیے جو ماشاء اللہ بقید حیات ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا انھیں طویل عمر عطا فرمائے تاکہ وہ مذہب و ملت کی اسی طرح خدمات بجالاتے رہیں۔

سرکار مفتی اعظم مولانا سید احمد علی صاحب قبلہ پرنسپل جامعۂ ناظمیہ لکھنؤ، سرکار عمدۃ العلما مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ، سرکار شریعت مولانا سید محمد صاحب قبلہ پرنسپل سلطان المدارس، سرکار محسن الملت مولانا سید محسن نواب صاحب قبلہ ناظم اعلےٰ کل ہند انجمن علمائے شیعہ، مولانا ظفر الحسن صاحب قبلہ پرنسپل جوادیہ کالج۔ مولانا وصی محمد صاحب قبلہ پرنسپل وثیقہ

اسکول فیض آباد مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی ۔ پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ، علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ پی، ایچ، ڈی "جامعہ ازہر مصر" ۔ ناظم شعبہ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، مولانا سید شبیہ الحسن صاحب قبلہ نونہروی ایم اے لیکچرر لکھنؤ یونیورسٹی سرکار صفوۃ العلما مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ، سرکار شریعت مولانا سید حسین صاحب قبلہ سرکار مولانا سید حسین صاحب قبلہ ، مولانا سید محمد صالح صاحب قبلہ مولانا سید وزیر حسن صاحب قبلہ جنرل سیکرٹری مدرسۃ الواعظین جناب مولانا محمد ظہور صاحب قبلہ وائس پرنسپل مدرسۃ الواعظین، مولانا محمد سبطین صاحب قبلہ پرنسپل مدرسۂ جعفریہ نوگانواں سادات مراد آباد ۔

**مبلّغین و واعظین** :۔ یہی نہیں اس مدرسہ کے کتنے ہی اولڈ بوائے بیرون ہند کار تبلیغ میں منہمک ہیں۔ مثلاً افریقہ میں مولانا سید علی صاحب قبلہ ، مولانا محمد عباس صاحب قبلہ مظفر پوری ، مولانا خلیل عباس صاحب قبلہ بھیک پوری، مولانا جابر حسن صاحب قبلہ ، مولانا بندہ حیدر صاحب قبلہ، مولانا سید زوار حسین صاحب قبلہ نوگانوی، حکیم مولانا مرتضیٰ صاحب قبلہ رضوی، مولانا علی حسین صاحب مبارک پوری، مولانا سید علی صاحب قبلہ، ان مبلغین کے علاوہ مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ مالک و مدیر اصلاح کھجوہ جو گرانقدر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔ وہ بھی اس مدرسہ کی ایک قابلِ رشک تخلیق ہیں۔ مولانا مصطفےٰ صاحب جوہر مقیم کراچی بھی سلطان المدارس ہی کے فارغ التحصیل ہیں۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب فاضل لکھنوی مقیم لاہور بھی اسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔

**اساتذۂ مدرسہ** : مدرسہ کے وقار کا مزید اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آجکل اس میں علاوہ قابل و اہل مدرسین کے پانچ حوزۂ علمیہ نجف اشرف کے فارغ التحصیل مجتہدین بھی درس دیتے ہیں شیعوں کے کسی دینی مدرسہ کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ



اس میں بیک وقت پانچ پانچ مجتہدین درس دیتے ہوں ۔

ہمیشہ اس مدرسہ سے تکمیل تعلیم کی غرض سے طلبا برابر نجف جاتے رہے ہیں۔ اندازہ فرمایئے کہ سرکار مفتی العظم مولانا سید احمد علی صاحب ۱۸۹۹ء میں اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد عراق و مصر تشریف لے گئے تھے۔ کوئی زمانہ غالباً خالی نہیں رہتا کہ یہاں سے اعلیٰ تعلیم کے لیے طلباء عراق نہ جاتے رہتے ہوں چنانچہ آج کل بھی یہاں کے ایک درجن سے زیادہ فارغ التحصیل طلباء نجف میں زیرِ تعلیم ہیں۔

اس مدرسہ کے طلبا میں تقریباً ہر خطۂ ہندوستان کی تعداد رہتی ہے۔ کشمیر، حیدرآباد اور دیگر صوبجات کے طلبا ہی تعلیم کی غرض سے نہیں آتے بلکہ افریقہ تک سے آکر اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ مدرسہ کی طرف سے پچاس سے زیادہ طلبا کے لیے قیام و طعام کا مفت انتظام ہے ۔

**تعلیم** : سلطان المدارس میں عربی ، فارسی اور اُردو تین زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے بالکل ابتدائی درجہ سے لے کر آخری درجہ صدر الافاضل کی سند تک کے تمام امتحانات مدرسہ کے ذاتی ہوتے ہیں اور مدرسہ کی طرف سے ہی سند دی جاتی ہے۔ اسکول کے ۹ سال کی تعلیم ختم کرنے کے بعد کالج کی پنجسالہ تعلیم شروع ہوئی ہے اس پنجسالہ تعلیم کے دو حصے ہیں پہلے تین سال کے بعد سند الافاضل کی سند دی جاتی ہے اور آخری دو سال کے بعد صدر الافاضل کی سند۔

مدرسہ میں صرف و نحو ، منطق ، فلسفہ ، اَدب ، تفسیر ، حدیث ، فقہ ، اصول، کلام کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست ہے۔ اس کے بعد ہندوستان میں معیارِ تعلیم ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جو لوگ مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ عراق وغیرہ چلے جاتے ہیں۔

**مدرسہ کے مالیات** : مدرسہ سلطان المدارس حسین آباد ٹرسٹ کے ماتحت ہے

گورنمنٹ گرانٹ کے علاوہ بقیہ مصارف وقف حسین آباد مبارک ہی برداشت کرتا ہے۔
پھر بھی ان دونوں ذرائع کی آمدنی مدرسہ کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتی اس لیے وظائف کا بیشتر حصہ پرنسپل صاحب کے توسط سے افریقہ وغیرہ کے ارباب خیر پورا کرتے ہیں۔
اپریل ۱۹۶۲ء میں مدرسہ کے محترم سابق طلبا نے ایک انجمن کی بنا ڈالی جس کا نام رکھا گیا "سلطان المدارس اولڈ بوائز ایسوسی ایشن" اس کے قیام کی غرض یہ تھی کہ وہ انتظامات مدرسہ میں کوئی مداخلت نہ کرتے ہوئے اپنی مادر درس گاہ کی ترقی و توسیع اور سُود و بہبود کے لیے جد وجہد کرتی رہے اور مدرسے کے بڑھتے ہوئے اور بڑھتے ہوئے اخراجات کے پورا کرنے کے لیے وسائل و ذرائع پیدا کرے۔ اس سلسلہ میں اس نے ایک گولڈن جوبلی اور ایک ڈائمنڈ جوبلی منانے کا پروگرام بنایا تھا تاکہ ان جوبلیوں کے ذیل میں قوم سے مدرسہ کی توسیع و ترقی کے لیے اِتنا سرمایہ حاصل کیا جا سکے جو مدرسہ کی ان بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو کافی ہو سکے جن کے لیے وہ رقم بالکل ناکافی ہوتی ہے جو حسین آباد ٹرسٹ دیتا ہے۔ ایسوسی ایشن نے اپنے وجود کا عملی ثبوت دینا شروع ہی کیا تھا اور جوبلیوں کو کامیاب بنانے کے لیے پروپیگنڈہ کی مہم کا آغاز ہی ہوا تھا کہ چینی جارحیت نے اچانک سارے ارادوں کو معرضِ التوا میں ڈال دیا اور ایسوسی ایشن نے ہنگامی حالات کے تحت ۶۳ء میں جوبلیاں منانا اس لیے ملتوی کر دیا کہ لوگوں کو دفاعی کاموں میں چندہ دینے کا خاطر خواہ موقع مل سکے۔ چینی جارحیت کے ساتھ ہی ساتھ مدرسہ کے حالات میں بھی یکایک غیر معمولی تبدیلیاں پیدا ہو گئیں اور بعض مفاد پرستوں نے ذاتی اغراض کی دیوی پر مدرسہ کے مفاد کو قربان کر دینا اپنے حق میں مفید سمجھا۔ اور مدرسہ کی تخریب میں اپنی تعمیر کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدرسہ کا وجود ہی معرض خطر میں پڑ گیا اور سلطان المدارس اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے لیے مجبوراً اپنی جد وجہد کے رُخ کو بدلنا پڑا۔ پہلے وہ مدرسہ کی ترقی و توسیع کے پروگرام کو لے کر اُٹھی تھی۔ اب ترقی و توسیع کے کاموں سے زیادہ اہم کام مدرسہ کے تحفظ و بقا کا سامنے آگیا۔ چنانچہ اب وہ تمام صلاحیتوں،



اہلیتوں اور کوششوں کے حربے ساتھ لیکر میدانِ عمل میں اُتر آئی ہے اور اس بات کا عزم بالجزم کر چکی ہے کہ وہ سلطان المدارس کو تباہ ہونے سے بچا کر رہے گی اور تخریب پسندوں کی مساعی کو بار آور نہ ہونے دے گی۔
سلطان المدارس اولڈ بوائز ایسوسی ایشن لکھنؤ کی تشکیل کا بنیادی جلسہ اپریل ۶۲ء کو منعقد ہوا۔ ایسوسی ایشن نے جو مجلسِ عمل بنائی اس کے علاوہ عہدہ داران حسبِ ذیل ہیں:

جناب محسن الملت، مولانا سید محسن نواب صاحب قبلہ (ناظم الامور)
عالی جناب مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ (خازن)
جناب سید شبیہہ الحسن صاحب نونہروی (نائب ناظم الامور)

ممبرانِ مجلسِ عمل :-

عالی جناب مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ
عالی جناب مولانا سید ابن حسن صاحب نونہروی
عالی جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ
عالی جناب مولانا ظفر الحسن صاحب قبلہ بنارس
عالی جناب مولانا سعادت حسین خان صاحب قبلہ
عالی جناب مولانا وزیر حسن صاحب قبلہ واعظ
عالی جناب مولانا سید الطاف حیدر صاحب قبلہ
عالی جناب مولانا مرزا محمد عالم صاحب قبلہ
عالی جناب مولانا مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ

ممبران مرکزی کمیٹی علاوہ عہدہ داران و ممبران مجلسِ عمل:

سرکار شریعت مولانا سید محمد صاحب پرنسپل سلطان المدارس
سرکارِ شریعت مولانا محمد صالح صاحب
جناب مولانا سلیمان عباس صاحب، ہندو یونیورسٹی۔ بنارس
جناب مولانا دلبر حسن صاحب
جناب سید مظاہر حسین صاحب محمود آباد

سرکار سلطان العلما سید قائم مہدی صاحب

مولانا سید علی صاحب دہلی

جناب مولانا عاشق عباس صاحب بمبئی

جناب مولانا محمد باقر صاحب مدیر اصلاح

جناب مولانا حکیم محمد صالح صاحب پٹنہ

جناب مولانا نثار مہدی صاحب جونپور

جناب وصی محمد صاحب پرنسپل وثیقہ کالج - فیض آباد

جناب مولانا ابن حسن صاحب پیش نماز - فیض آباد

جناب مولانا مرزا غلام رضا صاحب

جناب مولانا حیدر حسین نکہت صاحب

جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب

جناب مولانا سید راحت حسین صاحب جلالپوری

جناب مولانا حکیم محمد کاظم صاحب۔بنارس

جناب مولانا حکیم اصغر حسن صاحب واسطی - علی گڑھ

جناب مولانا کاظم رضا صاحب مدیر الواعظ

جناب مولانا احمد حسن صاحب ۔میسور

جناب مولانا حکیم محمد کاظم صاحب - پٹنہ

جناب مولانا گوہر مرزا صاحب - لکھنو

جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب - حیدر آباد

جناب مولانا حیدر مہدی صاحب زیدپوری

جناب مولانا محمد مہدی صاحب - گجرات

جناب مولانا مرزا محمد ذکی صاحب



جناب مولانا عباس احمد صاحب - الٰہ آباد

جناب مولانا محمد داؤد صاحب

جناب مولانا مجتبیٰ حسن صاحب کامونپوری - علی گڑھ

جناب مولانا محمد حیدر صاحب واعظ - رائے پوری

سلطان المدارس نے ۳/۴ صدی کی زندگی میں بے شمار مجتہد، خطیب، مقرر، مصنف، پروفیسر پیدا کئے جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں:

## مجتہدین و فقہا:

سرکار مفتی اعظم مولانا سید احمد علی صاحب قبلہ مدظلہ

سرکار عمدۃ العلما مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ مدظلہ صدر کل ہند مجلس علما و افاضل شیعہ

سرکار شریعت مولانا سید محمد صاحب قبلہ مدظلہ پرنسپل سلطان المدارس۔

سرکار محسن الملت مولانا سید محسن نواب صاحب ناظم اعلیٰ کل ہند مجلس علما و افاضل شیعہ

سرکار شریعت علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ

سرکار شریعت مولانا سید ظفر الحسن صاحب قبلہ پرنسپل جوادیہ کالج - بنارس

سرکار شریعت مولانا سید وصی محمد صاحب قبلہ پرنسپل وثیقہ اسکول - فیض آباد

سرکار شریعت مولانا سید حسین صاحب قبلہ

سرکار شریعت مولانا سید حسن صاحب قبلہ

سرکار شریعت مولانا سید علی صاحب قبلہ

سرکار شریعت مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ

سرکار شریعت مولانا سید علی صاحب قبلہ ابن سرکار ممتاز العلما مرحوم

maablib.org

مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ، میانوالی

مولانا مرزا ضامن حسین صاحب قبلہ، میانوالی

سرکار شریعت مولانا سید حسن صاحب قبلہ ابن سرکار ممتاز العلما مرحوم

سرکار سلطان العلما مولانا سید قائم مہدی صاحب قبلہ

سرکار شریعت مولانا سید محمد صالح صاحب قبلہ

سرکار شریعت مولانا سعادت حسین خاں صاحب قبلہ

مولانا سید احمد صاحب قبلہ

سرکار شریعت مولانا سید ہادی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

سرکار شریعت مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ گوپالپوری

سرکار شمس العلما مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

سرکار شریعت مولانا محمد مجتبےٰ صاحب قبلہ نوگانواں سادات

سرکار شریعت مولانا سید شبیر حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

**خطیب و مقرر:** شمس العلما مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ مرحوم

مولانا سید محمد رضا صاحب قبلہ مرحوم

سرکار عمدۃ العلما مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ مدظلہ

سرکار محسن الملت مدظلہ

مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب فاضل۔ لاہور

مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی

مولانا سید شبیہ الحسن صاحب قبلہ نونہروی ایم اے

مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ

مولانا سید محمد مہدی صاحب قبلہ زید پوری

مولانا سید حیدر مہدی صاحب قبلہ زید پوری



مولانا سید مجتبیٰ حسن صاحب بھیک پوری

مولانا سید حفاظت حسین صاحب۔ بھیک پوری

مولانا سید اظہار الحسنین صاحب

مولانا محمد مصطفےٰ صاحب جوہر مقیم کراچی

**مصنفین و اہل قلم:**

شمس العلما مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

سرکار مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری اعلی اللہ مقامہ

مولانا سید حیدر علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ مدیر اصلاح

مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ۔ میانوالی۔

مولانا مرزا ضامن حسین صاحب قبلہ میانوالی۔

مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ بھیک پوری مرحوم

مولانا سید محمد مجتبیٰ صاحب قبلہ نوگانوی مرحوم

سرکار علامہ کامونپوری صاحب قبلہ مدظلہ

مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ مدیر اصلاح مدظلہ

**پروفیسران:** سرکار مفتی اعظم مولانا سید احمد علی صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ ناظمیہ

سرکار شریعت مولانا سید محمد صاحب قبلہ پرنسپل جامعۂ سلطانیہ

مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ پرنسپل مدرسۃ الواعظین

علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ ناظم شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سرکار شریعت سید ظفر الحسن صاحب قبلہ پرنسپل جوادیہ کالج بنارس

سرکار شریعت مولانا سید محمد وصی صاحب پرنسپل وثیقہ کالج۔ فیض آباد

سرکار محسن الملت استاذ جامعۂ سلطانیہ

سرکار شریعت مولانا سید علی صاحب قبلہ جامعہ سلطانیہ

maablib.org

سرکار شریعت مولانا کلب عابد صاحب قبلہ ؒ

سرکار شریعت مولانا محمد صالح صاحب ؒ

سرکار شریعت مولانا سید علی صاحب قبلہ اُستاذ لکھنؤ یونیورسٹی

مولانا شیخ محمد ظہور صاحب قبلہ وائس پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مولانا سید وزیر حسن صاحب قبلہ مدظلہ سابق نائب پرنسپل مدرسۃ الواعظین

مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ مدظلہ سابق پرنسپل مدرسۂ جعفریہ حیدر آباد دکن

مولانا سید احمد صاحب قبلہ سابق اُستاذ جامعہ سلطانیہ

مولانا سید شبیہہ الحسن صاحب ایم اے اُستاذ لکھنؤ یونیورسٹی

سرکار شریعت مولانا سید ہادی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

سرکار شریعت مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری اعلی اللہ مقامہ
سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین

شمس العلما مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

مولانا سید محمد مجتبیٰ صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ پرنسپل جعفریہ نوگاواں سادات

مولانا سید شبیر حسین صاحب قبلہ مرحوم

ایسے قدیم اور مستند تعلیمی ادارے کے وجود کو کسی خطرہ میں ڈالنا ایک بڑا شدید اور بھیانک جرم ہے جو حضرات اس ادارہ کو تباہی و بربادی سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ مذہب و ملت کے حقیقی بہی خواہ ہیں۔ مومنین کرام دعا فرمائیں کہ یہ ادارہ دست برد حوادث سے محفوظ و مامون رہے۔ آمین

(اخبار سرفراز لکھنؤ - محرم ۱۳۸۳ھ)



# مولانا مرتضیٰ حسین فاضل کی چند کتابیں

۱- اُردوئے مُعلّٰی : (مرزا غالب کے خطوط کا مجموعہ، تحقیق و ترتیب و تاریخ تین جلدوں میں)
مجلد ۴۵/-

۲- عود ھندی : (مرزا غالب کے خطوط، تحقیق و ترتیب و تاریخ)
اخباری کاغذ، مجلد ۹/۷۵ - سفید کاغذ، مجلد ۱۵/-

۳- کلیاتِ غالب : (فارسی)
(غزلیات و قصائد و مثنویات وغیرہ)
تین جلد سفید کاغذ میں مجلد مرزا اسد اللہ خان غالب) ۴۵/-

۴- مکاتیب محمد حسین آزاد - سفید کاغذ، مجلد ۷/۷۵

۵- کلیاتِ آتش ، سفید کاغذ ، مجلد ۲۳/-

۶- منتخب مراثی انیس ، (بارہ مرثیے، تحقیق و حواشی - سفید کاغذ - مجلد ۲۴/-

۷- جدید نسیم اللغات -
(اُردو کا مستند با حوالہ لغت) مجلد ۳۵/-

۸- تذکرۂ ریاض الفردوس ، (اُردو شعرا کا تذکرہ)
مجلد ۱۰/-

۹- مطلع انوار ، تذکرۂ شیعہ افاضل و علمائے کبار . مجلد ۶۵/- غیر مجلد ۵۵/-

---

ملنے کا پتہ :

سیّد عابد مرتضیٰ - گلی نمبر ۱۵ - مغل پورہ - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ن والقلم وما یسطرون

کتاب

حیات و افکار ....... تاریخ و کردار

# سید جمال الدین افغانی

تصنیف: مولانا سید مرتضیٰ حسین ۔ صدر الافاضل

## سیّد جمال الدین افغانی کون تھے؟

- ایک عظیم انقلابی رہنما۔
- ایک عالم باعمل۔
- ان عظیم شیعہ رہنماؤں میں سے ایک جن کے دنیا بھر کے مسلمان ممنونِ احسان۔
- عرب و عجم۔ ایرانی و افغانی ہر کوئی جنہیں فخر سے اپنا آدمی کہتے ہیں۔
- ایران کے اسلامی انقلاب پر جن کے افکار کی چھاپ ہے۔
- جنہوں نے بیسویں صدی کے اسلامی ملکوں کے تمام انقلابات کی بنیاد رکھی۔

جی ہاں !!!

مصر کا انقلاب ۔ عراق کا انقلاب ۔ ایران کا انقلاب ۔ برصغیر کا انقلاب افغانستان کے مسلمانوں کی آزادی کیلئے جدوجہد، یہ سب سید جمال الدین ہی کے مرہونِ منت ہے۔

اس عظیم انقلابی شخصیت سے روشناسی کی خاطر عالی جناب مولینا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ نے مدتوں پہلے ایران سے شائع ہونے والے دستاویزات کو جمع کیا ہے تاکہ اس کا مطالعہ کیا جا سکے اور عوام یہ جان سکیں کہ علماء ہی کی قیادت اصلی حقیقی اور پایدار قیادت ہو سکتی ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| دیدہ زیب سرورق | سفید کاغذ | آفسٹ طباعت | قیمت ۶ روپے |

# قابل مطالعہ کتابیں

۱۔ فقہ اسلامی مدینے سے حلے تک

سید حسین مرتضیٰ ایم اے نزیل قم ۔ ۱۵/-

۲۔ مطلع انوار، تذکرۂ علماء شیعہ

سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل ۔ ۶۵/-

۳۔ آیت اللہ خمینی قم سے قم تک

انقلاب اسلامی کی [illegible] حالات ۔ ۳۵/-

۴۔ معرکۂ مشہد

نظریہ انقلاب اسلامی آیت اللہ [illegible] اہل مشہد کی جدوجہد ۔ ۱۵/-

۵۔ جمال الدین افغانی

حیات و افکار [illegible] و کردار ۶/-

سید عابد مرتضیٰ
۱۵/۶ ۔ مغل پورہ ـــــ لاہور

maablib.org